اثر کرے نہ کرے، سن تو لے، مری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب، یہ بندۂ آزاد

محفلیں آباد، مگر دل ویران، آخر خامی کہاں ہے؟
پہلے پڑھیے، اور سمجھیے پھر فیصلہ کیجیے۔

اصلاحِ مجالس



از رشحات فکر
مفتی محمد ضیاء الدین خان الغوثی
بہرائچ شریف، یوپی
(صدر: جامعۃ المصطفیٰ مرکز الادب العربی)



ناشر
جامعۃ المصطفیٰ مرکز الادب العربی
بہرائچ شریف، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بفیض سیدی مرشدی تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضاخان قادری ازہری علیہ الرحمہ

محفلیں آباد، مگر دل ویران، آخر خامی کہاں ہے؟

پہلے پڑھیے، اور سمجھیے پھر فیصلہ کیجیے۔

اصلاحِ مجالس

از رشحات فکر

مفتی محمد ضیاء الدین نعمانی الغوثی

بہرائچ شریف یوپی

ناشر:

جامعۃ المصطفیٰ مرکز الادب العربی

بھرائچ الشریفۃ، یوبی

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب	:	اصلاح اجلاس
از خامۂ فکر	:	مفتی محمد ضیاء الدین خان الغوثی
تصحیح و تصویب	:	استاذ محترم حضرت مولانا محمد تنویر رضا المصباحی اطال اللہ تعالی بقاءہ
نظر ثانی	:	مفتی محمد وارث رضا قادری
سن اشاعت	:	جمادی الآخرۃ ۱۴۴۷ھ / مطابق دسمبر ۲۰۲۵ء
ناشر	:	جامعۃ المصطفی مرکز الادب العربی (بہرائچ شریف، یوپی)

نوٹ:

اگر اس کتاب میں کہیں کوئی غلطی، لغزش اہل علم کے پیش نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرمائیں۔

آپ کی نشاندہی عند اللہ باعث اجر و ثواب اور صاحب کتاب کے لیے موجب امتنان ہو گی۔

فہرست مضامین

شرف انتساب

اُن مقدّس ہستیوں کے نام، جن کی نورانی تربیت اور علم و حکمت سے لبریز تعلیمات نے میرے فکر کے افق کو روشن کیا، میری نگاہ کو تمیز حق و باطل عطا کی، اور میرے قلم کو وہ صداقت بخشی جس کے سہارے میں خیر کی بات لکھنے، کہنے اور پھیلانے کے قابل ہوا۔

انہی بزرگوں کی عنایت سے دل میں حق کی پہچان مضبوط ہوئی، راہ حق پر استقامت پیدا ہوئی، اور کلمۂ صدق کہنے کا حوصلہ نصیب ہوا۔

خصوصا

مجدد وقت، ترجمان شریعت، امام احمد رضا خان قادری حنفی بریلوی رضی اللہ عنہ

اور سیدی و مرشدی تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان قادری ازہری رضی اللہ عنہ

نیز اُن تمام مشفق اساتذۂ کرام کے نام جنھوں نے مجھ ناتواں کو علم کی دولت سے نوازا، یقین کے چراغ روشن کیے، اور دل میں وہ بصیرت پنہاں کی جو زندگی کے ہر مرحلے میں رہنما بنتی ہے۔

اور آخر میں

اپنی مہربان دادی جان نور جہاں رحمہا اللہ تعالی اور والدین کریمین اطال اللہ بقاء ھما کے نام، جن کی دعائیں میرے لیے سایۂ رحمت بن کر رہیں، اور جن کی محبت نے زندگی کے ہر موڑ پر سہارا اور حوصلہ عطا کیا۔

یہ انتساب بطور عقیدت، محبت، اور ایصال ثواب پیش ہے۔

محمد ضیاء الدین خان الغوثی

جامعۃ المصطفی مرکز الادب العربی ایک نظر میں

زبان عربی، جو قرآن کریم کی زبان اور علوم دین کا سرچشمہ ہے، اس کی ترویج و اشاعت اور خدمت دین کے عظیم مقصد کے تحت جامعۃ المصطفیٰ کا قیام عمل میں آیا ہے۔

اس ادارے میں داخلہ صرف اُن افراد کے لیے ہے جو مسلک اہل سنت و جماعت سے وابستہ ہوں اور ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ میں سے کسی ایک کے مقلد ہوں۔

یہاں اس انداز سے پڑھایا جاتا ہے کہ طالب علم عربی پڑھنے، لکھنے، سمجھنے اور بیان کرنے میں مہارت حاصل کرلے۔

جو حضرات اپنی عربی کو سنوارنا اور زبان قرآن کے ذریعے دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں، اُن کے لیے یہ بہترین موقع ہے۔ مدت کورس ایک سال ہے۔

نصاب:

نحو، صرف، تاریخ ادب عربی، فقہ اللغہ، محادثہ، حفظِ مفردات و محاورات، کتابتِ مقالات، مطالعہ، ادب و انشاء، اردو سے عربی اور عربی سے اردو ترجمہ، رسائل عربیہ کا ترجمہ، عبارت خوانی و ترجمہ خوانی، استماع، فروق لغویہ۔

داخلہ و رجسٹریشن صرف ماہ مبارک رمضان میں ہوگا۔ داخلہ و دیگر معلومات کے لیے درج ذیل نمبروں پر اپنی درخواست ارسال فرمائیں:

7096952566

7043619117

درد دل ہے اس میں شامل اور عیاں اخلاص ہے

مولانا عاقب رضا امجدی، مہاراشٹر

کتنی عمدہ ہے یہ کاوش اور کتنی خاص ہے
نام ”در فکری عدالت کثرتِ اجلاس“ ہے

ہر ورق ہر سطر اس کا دے رہا ہے شاہدی
درد دل ہے اس میں شامل اور عیاں اخلاص ہے

ایک دفعہ جو پڑھے گا جان جائے گا کہ یہ
مسئلہ نازک بہت ہے اور بہت حساس ہے

مصلحِ ملت لقب دیتا ہے ناظم اس کو جو
بے نمازی غیر شرعی کام کا عکاس ہے

واعظ وناصح بنے ہیں ایسے ایسے جن کا آپ
ہے مکمل بے عمل اور علم کا افلاس ہے

بے عمل افراد زینت بن رہے اسٹیج کے
نے لحاظِ دین وملت شرع کا نے پاس ہے

نعت خوانی کے لیے مدعو ہوا ہے ایسا شخص
نعت خواں لگتا نہیں ہے لگ رہا رقاص ہے

وارثِ علمِ نبی ہو اے خطیبوں واعظوں
کیا تمہیں اپنی حقیقت کا ذرا احساس ہے

سینکڑوں تقریر، جلسے پر نتیجہ کچھ نہیں
ہے سمندر پاس لیکن پھر بھی باقی پیاس ہے

اس قدر اجلاس ہونے پر نتیجہ ہے صفر
جب زراعت بیج کے بن ہو تو اگتی گھاس ہے

جگ ہنسائی ہو رہی ہے دینی مجلس کے سبب
کشمکش میں مبتلا ساری عوام الناس ہے

دو ”ضیاالدین“ کو تبریک ”عاقب“ بار بار
آپ کی تحریر نے ہم کو دلائی آس ہے

تقریظ جلیل

خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی محمد فیضان المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ مدظلہ العالی

بانی: جامعہ امام اعظم ابو حنیفہ (لکھنؤ)

"اصلاح اجلاس" نامی اس کتاب کو مختلف مقامات سے دیکھنے کا اتفاق ہوا، بحمدہ تعالیٰ مفید پایا۔

ہونا یہ چاہیے کہ جلسے کسی اہم مقصد کے تحت کیے جائیں، پہلے کوئی منصوبہ تیار ہو جس کی ضرورت محسوس کی جاتی ہو، دینی ملی، علمی سماجی ضروریات کی تکمیل کے لیے کسی تنظیم یا فرد کے ذہن میں کوئی خاکہ آئے تو اس کی منصوبہ بندی کی جائے پھر عوام الناس کو اس کی طرف متوجہ کرنے کے لیے عظیم الشان جلسہ کیا جائے، تاکہ اس منصوبہ کا محرک اور قائد قوم کو پیغام دے سکے اور خطباو مقررین اپنے مؤثر اسلوب میں قوم کی توجہ اس کارِ عظیم کی طرف مبذول کرا سکیں۔

لیکن اس دور میں جلسوں کے مقاصد کچھ سمجھ نہیں آتے، آگے پیچھے کوئی منصوبہ ہو نہ ہو بس جلسوں پر جلسے کیے جاتے ہیں، نہ کوئی منصوبہ پیش کیا جاتا ہے، نہ کوئی تجویز دی جاتی ہے، حقیقت یہی ہے کہ آج کل کے جلسے قوم کی سماعتوں کی ضیافت کا ذریعہ بن کر رہ گئے ہیں۔

یہ موضوع بہت اہم ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے اس موضوع پر اب تک

قلم اٹھایا ہو، قابل مبارک باد ہیں گرامی قدر مولانا محمد ضیاء الدین خان غوثی صاحب جنھوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا، اور سیر حاصل گفتگو کی۔

مضمون میں جا بجا نقد کرتے ہوئے جو سخت الفاظ آگئے یا ترش اسلوب اختیار کیا گیا ہے وہ اِس موضوع کا تقاضا ہے، اور حقیقت میں یہ سوچنے اور ہماری قوم کے طرز عمل پر غور کرنے کا مقام ہے۔

ضرورت ہے کہ اس تحریر کو عام کیا جائے، جلسوں کے منتظمین تک پہونچایا جائے، اور انہیں دعوت فکر دی جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی مقالہ نگار موصوف کی اس تحریر کو قبول فرمائے، لوگوں کے دلوں میں اس کو جگہ دے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

فقیر فیضان المصطفی قادری غفرلہ

جامعہ امام اعظم ابو حنیفہ لکھنؤ

۱۱ / ربیع الآخر ۱۴۴۷ھ / ۴ / اکتوبر ۲۰۲۵ء

ابتدائیہ

الحمد لله رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آله وصحبه اجمعین و علی من تبعهم بإحسان إلی یوم الدین۔

اما بعد!

جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے　　ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے

ہاں اہل ستم مشق ستم کرتے رہیں گے　　ہاں تلخی ایام ابھی اور بڑھے گی

عصر حاضر میں امت مسلمہ کو نہ صرف بیرونی چیلنجز کا سامنا ہے بلکہ داخلی سطح پر بھی کئی فکری، اخلاقی اور عملی مسائل سے دوچار ہے۔ ان میں ایک اہم اور تشویشناک پہلو ہمارے دینی اجتماعات، کانفرنسوں، جلسوں اور اعراس کی موجودہ حالت ہے۔ یہ وہ محافل تھیں جنہیں کبھی دین کی صحیح تعلیمات کے فروغ، علم و حکمت کی اشاعت، اور دلوں و دماغوں کی اصلاح کا بنیادی ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ ہمارے اسلاف کی مجالس تو ہدایت کے وہ نورانی چشمے تھیں جہاں سے تشنگانِ علم و معرفت سیراب ہوتے تھے: سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے انمول پہلو، علومِ قرآنیہ کے عمیق حقائق، اور فقہی بصیرتوں کو اس انداز میں بیان کیا جاتا تھا کہ سننے والوں کے قلوب میں ایمان کی شمعیں روشن ہو جاتیں اور ان کی زندگیوں میں انقلاب برپا ہو جاتا تھا۔ وہ مجالس صرف گفت و شنید کے لیے نہیں بلکہ تزکیۂ نفس، روحانی بالیدگی اور عملی تربیت کا مرکز ہوتی تھیں۔

ان محافل میں شرکا کو نہ صرف دین کا فہم حاصل ہوتا تھا بلکہ وہ عملی طور پر اپنی زندگیوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب بھی پاتے تھے۔ اسلاف کی مجالس کی یہ ایک نمایاں خصوصیت تھی کہ وہاں سے لوگ خالی ہاتھ نہیں بلکہ ایمان، عمل اور بصیرت کی دولت لے کر لوٹتے تھے۔

لیکن آج، صورتحال افسوسناک حد تک اس کے برعکس نظر آتی ہے۔ ہمیں جلسوں اور اعراس کی کثرت کے باوجود، معاشرے میں حقیقی اصلاحِ احوال اور دینی بیداری کا وہ مقصود حاصل ہوتا دکھائی نہیں دیتا جس کی اس امت کو اشد ضرورت ہے۔ کہیں یہ مجالس محض رسم و رواج کی ادائیگی تک محدود ہو کر رہ گئی ہیں، جہاں ظاہری چمک دمک اور رسوم کو اصل مقصد پر فوقیت دی جاتی ہے۔ کہیں انہیں شہرت اور ذاتی مال کے حصول کا وسیلہ بنالیا گیا ہے، جہاں خطابت ایک پیشہ اور وعظ ایک کاروبار کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اور کہیں ان مقدس اسٹیجوں پر ایسے افراد براجمان نظر آتے ہیں جو علم اور عمل دونوں اعتبار سے اس عظیم منصب کے لائق نہیں ہیں، اور ان کا کلام دلوں پر اثر کرنے کے بجائے محض کانوں تک محدود رہ جاتا ہے۔ یہ مقامِ فکر ہے کہ ہم نے وہ سنجیدگی، اخلاص، اور علمی و عملی پختگی کیوں کھو دی ہے جو اسلاف کا طرۂ امتیاز اور ان کی مجالس کی جان تھی؟۔ انحراف کی یہ صورتحال امت کے مجموعی دینی و اخلاقی زوال کی عکاسی کرتی ہے، جہاں روحانیت کی جگہ مادیت اور حکمت کی جگہ سطحی بیانی نے لے لی ہے۔

یہ رسالہ اسی فکری اضطراب اور عملی انحراف پر غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ اس میں موجودہ دینی اجتماعات کے احوال کا باریک بینی سے جائزہ لیا گیا ہے، ان کے شرعی مقاصد کی وضاحت کی گئی ہے، اور ان خامیوں اور انحرافات کی نشاندہی کی گئی ہے جو آج ہماری مجالس کو بے اثر اور بے فیض بنا رہی ہیں۔ خصوصاً، خطبا، نقبا، شعرا اور خانقاہوں سے وابستہ افراد کی ذمہ داریوں کو قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے، اور ان کی اہلیت کے ان سخت معیارات پر زور دیا گیا ہے جو ہمارے سلف صالحین، ائمہ اور فقہاء نے مقرر فرمائے ہیں۔ فقیہ ابو اللیث سمرقندی علیہ الرحمہ و امام قرطبی و علامہ ابن الحاج مالکی اور مجدد اعظم امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ وغیرہ جیسے جلیل القدر علماء کے ارشادات کی روشنی میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ منبر و محراب کے لیے کن اوصاف کا ہونا ضروری ہے اور بے جا القاب کے استعمال کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ اس رسالے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے دینی اجتماعات کو ان کی حقیقی روح اور مقاصد کے مطابق دوبارہ منظم کریں۔

ہمارا مقصد کسی کی بلاوجہ تنقید یا دل آزاری ہرگز نہیں، بلکہ یہ ایک خیر خواہانہ کوشش ہے تاکہ امت کو درپیش اس اہم مسئلے کی طرف متوجہ کیا جا سکے اور ہم اجتماعی طور پر اصلاح کی جانب عملی قدم بڑھا سکیں۔ یہ رسالہ ایک بھرپور دعوتِ فکر اور عمل ہے کہ ہم اپنی مجالس کو دوبارہ دین کے حقیقی روح کے مطابق بنائیں، انہیں صرف کرامات اور قصص بیانی کے بجائے علم و عمل، تزکیہ و تصفیہ اور اخلاص و للّٰہیت کا مرکز

بنائیں۔ یقیناً، جب ہم اپنے دینی اجتماعات کی پاکیزگی اور تاثیر کو بحال کریں گے، تو اس کے مثبت اور گہرے اثرات امت کے ہر فرد کی زندگی پر نمایاں ہوں گے اور ہماری نسلوں کے لیے بھی ہدایت کا راستہ ہموار ہو گا۔ ہمیں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ حقیقی تبدیلی صرف تقاریر سے نہیں بلکہ علم، اخلاص اور عملی نمونہ سے آتی ہے۔ یہ کوشش ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ہماری ذمہ داری صرف علم کا حصول نہیں بلکہ اس کا ابلاغ اور اس پر عمل بھی ہے، اور اس عمل میں اجتماعیت کا کردار ناگزیر ہے۔

اللهم تقبل مني عملي هذا ، و اجعله مقبولا عندك و نافعا للناس بجاه سيدنا محمد مصطفى ﷺ.

عبد اللہ العاجز

محمد ضیاء الدین خان الغوثی

بہرائچ شریف، یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي خلق الإنسان و علمه البيان و أودع فيه قوة الفكر و العقل ليدرك أوامره و نواهيه، و الصلاة و السلام على سيدنا و نبينا محمد أفضل الخلق و الرسل ﷺ و على آله و صحبه أجمعين و من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

امابعد!

آج امت کی فکری اور عملی عدالت میں سب سے اہم مقدمہ اصلاحِ احوال کا ہے۔ یہ وہ عدالت ہے جہاں نہ صرف اہلِ منبر و محراب بلکہ عوام الناس بھی کٹہرے میں کھڑے ہیں، اور ہر ایک سے اس کے فرائض اور ذمہ داریوں کے بارے میں استفسار کیا جائے گا۔ اس فکری استغاثہ کی روشنی میں، ہم نے اپنی کتاب کا آغاز چند ایسے بنیادی اور روح فرسا سوالات سے کیا ہے، جو ہر دور کے امام اور مقتدیٰ، خطبا، شعرا اور نقبا کو اپنی ذات، اپنے منصب اور اپنی اجتماعی صورتحال کی حقیقت کو سمجھنے پر مجبور کرتے ہیں۔

یہ سوالات محض حرفوں کا مجموعہ نہیں، بلکہ ہر سوال اپنے اندر ایک وسیع بحث، ایک گہرا کرب اور ایک بھرپور اصلاح کی دعوت رکھتا ہے۔ یہ دراصل وہ آئینے

ہیں جن میں ہم اپنی موجودہ فکری اور عملی انحرافات کو دیکھ سکتے ہیں، اور یہ وہ راہیں ہیں جو ہمیں اپنی کھوئی ہوئی علمی اور اخلاقی عظمت کی طرف واپس لے جاسکتی ہیں۔ آیئے، ان سوالات کے ذریعے ہم اپنی اجتماعی اور انفرادی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور ایک ایسی تحریک کا آغاز کریں جو تعمیرِ نو، علم اور اخلاص کی بنیاد پر قائم ہو۔

یہاں پر ہم چند ایسے سوالات پیش کر رہے ہیں جو ہر ذمہ دار فرد، بالخصوص آئمہ کرام اور علمی رہنماؤں کے لیے غور و فکر کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ یہ سوالات کسی فردِ واحد کی شخصیت پر حملہ نہیں، بلکہ ایک نظام کی خامیوں کی طرف اشارہ ہیں، تاکہ ہم اجتماعی طور پر ان کا سدباب کر سکیں۔

چند سوالات اور اصلاحی اقدام

- ❖ کیا جلسوں کا مقصد محض کرامات و واقعات بیان کرنا ہے یا جلسہ کرانے والوں کی تعریف و توصیف؟
- ❖ آخر کثرتِ اجلاس کے باوجود اصلاح و ترمیم کیوں نظر نہیں آتی؟
- ❖ اجلاس کے اہداف و مقاصد آخر کیا ہیں؟
- ❖ خطبا، شعرا اور نقباء کے اوصاف کیا ہونے چاہیے؟
- ❖ بے جا القاب کا شرعی حکم کیا ہے؟

یہ بنیادی سوالات ہیں جو آج ہر اس دل میں کلبلا رہے ہیں جسے امتِ مسلمہ کی

حقیقی فلاح کی فکر ہے۔ماضی میں دینی اجتماعات، جیسے کہ درسِ قرآن وحدیث کی مجالس، سیرتِ نبوی کے تذکرے، فقہی مسائل کی وضاحت اور تزکیۂ نفس کی تربیت گاہیں، صرف رسمی عبادات کا حصہ نہیں تھیں بلکہ یہ ملت کی فکری و روحانی آبیاری کا مرکز تھیں۔ ان مجالس کا بنیادی مقصد لوگوں کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو راسخ کرنا، انہیں دینی احکام سے واقف کرانا، اور ان کی زندگیوں میں اسلامی اقدار کا عملی نفاذ کرانا تھا۔ یہ وہ روشن مینار تھے جہاں سے علم و حکمت کے نور کی شعاعیں پھیلتی تھیں، اور اخلاقِ حسنہ کی خوشبو ماحول کو معطر کرتی تھی۔

لیکن آج صورتحال اس کے برعکس نظر آتی ہے۔ جلسوں اور اعراس کی ظاہری کثرت تو ہے، لیکن ان کا گہرا اثر اور معاشرتی اصلاح نظر نہیں آتی۔اس کی ایک بڑی وجہ مقاصد سے انحراف ہے۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے جلسوں کے حقیقی اہداف کو بھلا کر انھیں محض ظاہری نمود و نمائش، کرامات و قصص بیانی، اور شخصیات کی بے جا تعریف و توصیف کا ذریعہ بنالیاہے۔اگر کوئی خانقاہی جلسہ ہو تو خطیب صاحب کی پوری تقریر سجادہ نشین کی تعریف میں ہی ختم ہو جاتی ہے۔ صاحبِ مزار کی کرامات و واقعات بیان کرنے میں ہی تقریر کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔یوں ہی اگر غیر خانقاہی مدارس وغیرہ میں جلسہ منعقد ہوتا ہے تو پورا خطاب جملہ ممبران اور جلسہ کے منتظمین کی تعریف کی نذر ہو جاتا ہے۔

یہ طریقہ کار عوام کو دین کی حقیقی روح سے روشناس کرانے کے بجائے انہیں

مادی اور سطحی باتوں میں الجھا دیتا ہے۔

- ❖ کیا اس طرح سے عوام کو دین کی سمجھ آئے گی؟
- ❖ کیا ان طریقوں سے ہم عوام الناس تک احکامِ دینیہ و مسائلِ شرعیہ کی تبلیغ کا فریضہ انجام دیں گے؟

بلا مبالغہ یہ تو بس عوام کے ساتھ ایک دھوکہ ہے، اپنے مقصد سے بے رخی اور اپنے منصب سے غداری ہے۔ اراکینِ اجلاس عوام کو اس اعتماد کے ساتھ بلاتے ہیں کہ آنے والے بڑے بڑے علماء سے آپ کو دینی معلومات اور بہت کچھ سیکھنے کو ملے گا، لیکن محض واقعات بیانی اور لفاظی کے علاوہ ہاتھ کچھ نہیں آتا۔

کرامات و واقعات کی اہمیت مگر مقدم کیا ہے؟

یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات اور بزرگان دین کے واقعات میں عبرت و نصیحت ہوتی ہے، اور ان کے تذکرے سے ایمان کو تازگی ملتی ہے۔ لیکن ان کے بیان کا طریقہ اور ان کا مقصد بہت اہم ہے۔

- ❖ محض کرامات و واقعات بیان کرنے سے کہیں زیادہ ضروری ہے کہ صاحبِ کرامت کی زندگی کا مقصد بیان کریں
- ❖ مزید یہ کہ ان کو کرامت کیسے ملی؟
- ❖ ان کا رتبہ اتنا عظیم کیوں اور کیسے ہوا؟

بہتیرے مقررین محض سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کرامات خلط ملط کرکے بیان کرنے سے ہی اپنا پیٹ و جیب بھرتے ہیں، صحیح و سقیم میں بلا تفریق، صحیح و موضوع و من گھڑت واقعات و کرامات کا انبار لگادیتے ہیں اور عوام کو خوب لوٹتے ہیں، حالانکہ آپ نے محض کرامات ہی نہیں دکھائے ہیں بلکہ دینی رہنمائی، وعظ و نصیحت، ارشاد و تبلیغ اور علم دین سیکھنے کا شوق بھی لوگوں میں بیدار فرمایا ہے۔ ان کی مجالس، روشن اقوال، وعظ و نصیحت "فتوح الغیب" اور "غنیۃ الطالبین" جیسی کتابوں میں دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ آپ کی مجلسیں، خانقاہ علم و عمل اور تزکیہ کی روشن مثال تھیں۔ آپ نے تزکیۂ نفس اور روحانی بالیدگی پر زور دیا، نہ کہ دنیاوی جاہ و حشمت پر۔

منبر و خطابت کے حقدار کون لوگ ہوں؟

❖ اس منصب عالی کے حقدار کون لوگ ہیں؟

❖ کیا کبھی اس پر ہم نے غور کیا؟

یہ وہ بنیادی ستون ہے جس پر ہمارے دینی اجتماعات کا ڈھانچہ کھڑا ہے۔ اگر یہ ستون کمزور یا کج ہوں گے تو پوری عمارت ڈھجائے گی۔ اس لیے لازم ہے کہ اس منصب پر فائز ہونے والے افراد اپنی ذمہ داریوں کا ادراک کریں اور ان معیارات پر پورا اتریں جو ہمارے اسلاف نے مقرر فرمائے ہیں۔

خطیب و مقرر کی ذمہ داریاں، اہلیت اور اوصاف

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک واعظ کے پاس سے گزر ہونے کا واقعہ بیان کیا ہے جس سے خطیب کی علمی اہلیت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

أخرج ابن أبي شيبة وأبو خثيمة والمروزي معا في كتاب العلم وأبو داؤد والنحاس كلاهما في الناسخ والمنسوخ عن أبي عبد الرحمن السلمي قال:

مر عليّ بن أبي طالب برجل يقص (و في رواية: رجل يذكر

الناس) فقال أعرفت الناسخ والمنسوخ؟

قال: لا.

قال: هلكت وأهلكت.

و في رواية: قال: فاخرج من مسجدنا ولا تذكر فيه.

[تحذیر الخواص، ص:۲۴۱، طبع: المکتب الاسلامی]

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں تشریف لائے، ایک شخص لوگوں کو وعظ کر رہا تھا، تو آپ نے پوچھا کہ کیا تجھے ناسخ و منسوخ کا علم ہے؟ تو اس واعظ نے کہا کہ نہیں، مجھے ناسخ و منسوخ کا علم نہیں ہے، تو آپ نے فرمایا: تو ہماری مسجد سے نکل جا، اس میں دوبارہ کبھی وعظ نہ کرنا، ایک روایت میں ہے کہ تجھے جب ناسخ و منسوخ کا علم نہیں ہے، پھر بھی وعظ کر رہا ہے تو تو خود ہلاک ہوا اور دوسروں کو بھی ہلاک کر دیا۔
یہ واقعہ چیخ چیخ کر ہمیں بتا رہا ہے کہ علم کے بغیر خطابت محض گمراہی کا پیش خیمہ ہے۔

خطیب کے لیے عالم ہونا بنیادی حیثیت رکھتا ہے

خطیب کے لیے عالم ہونا بنیادی حیثیت رکھتا ہے، علم کے بغیر خطابت کے محلات تیار کرنے والا بے بنیاد عمارت تعمیر کرنے کی سعی میں ہے جس کا نتیجہ فساد کے سوا کچھ بھی نہیں۔ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔

عصر حاضر کا جائزہ لیا جائے تو مقررین و خطباء کی فہرست سب سے طویل نظر آئے گی۔ وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ خطباء کی کثرت اور علم کی کمی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اور ستم یہ کہ مقررین کی اتنی کثرت کے باوجود وعظ و تقریر کا مقصد بر آتا دکھائی نہیں دے رہا، تقریر دلوں میں اپنا وہ اثر و رسوخ نہیں چھوڑ رہی جو اس کا حقیقی مقصد تھا۔

آخر کیوں؟

وجہ ظاہر ہے جب ذمہ داری نااہلوں کو سپرد کر دی جائے تو اس فریضہ کا مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ اور وہ فریضہ جو امت مسلمہ کی صلاح و راستی کے لیے تھا وہ فساد کی زد میں آکر کہیں کھو جاتا ہے۔

فقیہ ابو اللیث حنفی سمرقندی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "بستان العارفین" میں واعظ و مقرر کے لیے بہت ہی اہم اہم باتیں ذکر کی ہیں، اور وہ ہر کسی کے لیے نفع بخش و کارآمد بھی ہیں۔ ان کے ارشادات کی روشنی میں ایک اچھے خطیب کے اوصاف درج ذیل ہیں:

(قال الفقيه) أبو الليث رحمه الله:

أول ما يحتاج إليه المذكر يجب أن يكون صالحا في نفسه لأنه لو لم يكن صالحا يهرب منه العقلاء ويقتدي به السفهاء فيكون في ذلك

فساد العالم وكلامه لا ينجع في قلوب الناس، وينبغي للمذكر أن يكون ورعا فلا يحدث الناس بحديث لم يصح عنده لأنه روي عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "من حدث بحديث وهو يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين" وينبغي أن لا يطول المجلس فيمل الناس لأنه يذهب بركة العلم.

وروي عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه أنه قال: "إن للقلوب نشاطاً وإقبالاً وإن لها تولية وإدباراً فحدث القوم ما أقبلوا عليك".

وروي عن الزهري عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "روحوا القلوب ساعة فساعة".

وروى زيد بن أسلم عن أبيه قال: "كان قاض في بني إسرائيل يطول عليهم فأملهم فلعن ولعنوا".

وينبغي للمذكر أن يكون متواضعاً ليناً ولا يكون متكبراً ولا فظاً غليظاً لأن التواضع واللين من أخلاق النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال تعالى:{**فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظاً غليظ**

القلب لانفضوا من حولك}

وإذا أراد أن يخبر الناس بشيء من فضائل الصلاة و الصيام و الصدقة، فينبغي أن يعمل به أولاً حتى لا يكون من أهل هذه الآية [**اَتأمرون الناس بالبر وتنسون أنفسكم**] .

وقال إبراهيم النخعي: "إني أكره القصص لثلاث آيات وقد ذكرناها".

وينبغي للمذكر أن يكون عالماً بتفسير القرآن والأخبار وأقاويل الفقهاء.

وروي عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه أنه "رأى رجلاً يقص للناس فقال له أتعرف الناسخ والمنسوخ؟ فقال لا، فقال له علي: هلكت وأهلكت".

وينبغي للمذكر إذا حدث الناس أن لا يقبل بوجهه إلى واحد بل يعمهم.

وقد روي عن حبيب بن أبي ثابت أنه قال: "من السنة أن لا يقبل بوجهه على رجل واحد ولكن يعمهم".

ولا ينبغي للمذكر أن يكون طماعاً لأن الطمع يذل الإنسان ويذهب بهاء الوجه والعلم، ولو أهدى إليه إنسان من غير مسألة فلا بأس أن يقبل هديته.

وينبغي أن يكون في مجلسه الخوف والرجاء، ولا يجعل كله خوفاً ولا كله رجاء لأنه نهي عن ذلك فإن كان المذكر يحتاج إلى تطويل المجلس فيستحب له أن يجعل في خلال مجلسه كلاماً يستظرفونه ويتبسمون بذلك فإن ذلك يزيد نشاطاً وإقبالاً على السماع.

وقد روي عن عمر رضي الله تعالى عنه ”أنه كان إذا جلس رغب الناس في الآخرة وزهدهم في الدنيا، فإذا رآهم قد كسلوا أخذ في ذكر الغرس والبناء والحيطان، فإذا رآهم قد نشطوا أقبل في ذكر الآخرة“.

[بستان العارفين للسمرقندي، ج:١، ص:٣١١، جامع الكتب الإسلامية]

ترجمہ:

واعظ و خطیب کیسا ہو؟

فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سب سے پہلی چیز یہ کہ نصیحت کرنے والا

(واعظ و خطیب) نیک ہو؛ اس لیے کہ اگر وہ خود نیک نہ ہو گا تو سمجھدار لوگ اس کے پاس نہ آئیں گے، اور صرف بے وقوف ہی اس کے پیچھے پیچھے لگے رہیں گے، جس سے فتنہ وفساد پیدا ہو گا، اور انجام کار ایسے شخص کا کلام لوگوں کے دلوں پر مطلقاً اثر نہ کرے گا۔

دوسری چیز یہ کہ نصیحت کرنے والے (واعظ وخطیب) کے لیے یہ ضروری ہے کہ پرہیز گار ہو۔ اور لوگوں سے کوئی ایسی حدیث بیان نہ کرے جو درجہ صحت سے گری ہوئی ہو؛ اس لیے کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من حدث بحديث وهو يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين".

یعنی جو شخص کوئی حدیث بیان کرے اور جانتا ہو کہ وہ جھوٹی ہے تو وہ دو جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

تیسری چیز یہ کہ واعظ کو اس بات کی فکر ہونی چاہیے کہ مجلس طویل نہ ہونے پائے، ورنہ لوگ گھبرا جائیں گے، اور مجلس علم کی برکات جاتی رہیں گی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"إن للقلوب نشاطا و إقبالا و إن لها تولية و إدبارا فحدث القوم ما أقبلوا عليك".

یعنی ایک وقت دلوں کے خوش ہونے اور لگنے (قبول کرنے) کا ہوتا ہے، اور ایک وقت دلوں کی گھبراہٹ اور اکتاہٹ کا ہوتا ہے؛ لہذا لوگوں کو اس وقت تک نصیحت کرو جب تک اُن کا دل لگا رہے۔

ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"روحوا القلوب ساعة فساعة"۔

یعنی: دلوں کو تھوڑی تھوڑی دیر بعد راحت دیتے رہو۔

حضرت زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک واعظ تھا جو کہ بہت طویل وعظ کیا کرتا تھا، یہاں تک کہ لوگ اکتا جایا کرتے؛ انجام کار وہ واعظ اور سب اکتانے والے لعنت کیے گئے۔

چوتھی چیز یہ کہ واعظ کو چاہیے کہ وہ متواضع اور نرم دل ہو۔ متکبر سخت گو اور سخت دل ہرگز نہ ہو؛ اس لیے کہ تواضع اور نرمی رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضوا مِنْ حَوْلِكَ .(سورہ آل عمران:۱۵۹/۳)

یعنی:(اے حبیب والا صفات!) پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم طبع ہیں، اور اگر آپ تند خو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے

چھوٹ کر بھاگ جاتے۔

پانچویں چیز یہ کہ واعظ کا یہ فرض بنتا ہے کہ جب نماز، روزہ اور صدقہ وغیرہ کے فضائل لوگوں سے بیان کرے تو اس سے پہلے وہ خود ان پر عمل پیرا ہو؛ تا کہ اس آیت کا مصداق نہ بنے: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (بقرہ: ۲/۴۴) کیا تم دوسرے لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو، اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو!۔

حضرت ابراہیم نخعی فرمایا کرتے تھے کہ میں وعظ کہنے کو تین آیتوں کی وجہ سے اچھا نہیں سمجھتا۔ اور وہ تینوں اوپر ذکر کی جا چکی ہیں۔

چھٹی چیز یہ کہ واعظ کو تفسیر قرآن، احادیث رسول، اور اقوال فقہا و علما پر دسترس حاصل ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے ایک شخص کو وعظ کہتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ کیا تو ناسخ و منسوخ کو جانتا ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں، اس پر آپ نے فرمایا: "هلكت وأهلكت" یعنی تو خود بھی ہلاک ہوا اور دوسروں کو بھی ہلاک کر ڈالا۔

ساتویں چیز یہ کہ ایک اچھے واعظ کا وصف یہ ہوتا ہے کہ جب وہ لوگوں کو نصیحت کرے تو کسی خاص آدمی کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ سب کی طرف اپنی نگاہِ توجہ کرے۔

حضرت حبیب بن ابی ثابت فرماتے ہیں کہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ واعظ کسی خاص شخص کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ سب کی طرف توجہ کرے۔

آٹھویں چیز یہ کہ واعظ حریص ولالچی نہ ہو؛اس لیے کہ حرص آدمی کو ذلیل کر کے چھوڑتی ہے اور چہرہ کی رونق اور علم کی برکت غارت کر کے رکھ دیتی ہے۔ہاں اگر کوئی شخص بن کچھ مانگے تحفہ بھیجے تو اس کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

نویں چیز یہ کہ واعظ خوف اور اُمید دونوں کو اپنا موضوع سخن بنائے۔صرف خوف یا صرف اُمید کے موضوع پر بیان نہ کرے؛کیونکہ ایسا کرنا ممنوع ہے۔

دسویں چیز یہ کہ واعظ اگر مجلس وعظ کو طول دینا چاہے تو اس میں کچھ ظریفانہ کلام بھی کرے جس سے لوگوں کے دل کھلیں؛اور طویل مجلس،اکتاہٹ کا باعث نہ بنے ؛کیونکہ ایسے کلام سے انسان کا دل خوش ہوتا ہے اور مزید وعظ سننے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکیمانہ معمول یہ تھا کہ جب وہ لوگوں کو آخرت کی طرف رغبت اور دنیا سے نفرت دلانے کے لیے مجلس وعظ منعقد فرماتے تو اگر محسوس کرتے کہ لوگ اکتائے ہوئے ہیں تو درخت لگانے اور مکان بنانے کا ذکر شروع کر دیتے ،پھر جب محسوس فرماتے کہ لوگوں کا دل لگ گیا ہے تو اب آخرت کا ذکر چھیڑتے تھے۔

(بستان العارفین،باب:۱۰،ص:۵۵،مترجم:مولانا افروز قادری چریاکوٹی مد ظلہ العالی)

شرائط مقرر

سیدی سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

واعظ کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ مسلمان ہو، دیوبندی عقیدے والے مسلمان ہی نہیں ان کا وعظ سننا حرام۔

دوسری شرط: سنی ہونا، غیر سنی کو واعظ بنانا حرام ہے اگرچہ بالفرض وہ بات ٹھیک ہی کہے۔

تیسری شرط: عالم ہونا، جاہل کو وعظ کہنا ناجائز ہے۔

چوتھی شرط: فاسق نہ ہونا۔

[فتاوی رضویہ، ج:۲۹، ص:۷۱، طبع: رضا فاؤنڈیشن]

نیز فرماتے ہیں:

اگر وہ (واعظ و مقرر) وعظ اللہ عزوجل کے لیے کرتا ہے اور طلب مال یا اپنی شہرت و ریاست مقصود نہیں اور اس کا وعظ مطابق شرع ہے، اتنا علم دین کافی ووافی رکھتا ہے جس سے اسے وعظ کی اجازت ہو، جب تو ظاہر ہے کہ ایسے بندہ خدا ہادی راہِ ہدٰی کا وعظ کہنا ہی اس کے، ان مسلمانوں کے سب کے حق میں بہتر ہے، اور اگر ان باتوں سے کوئی بات کم ہے مثلاً علم دین کافی نہیں یا کسی غرض فاسد یا عقیدہ فاسدہ کے باعث وعظ خلافِ شرع کہے جب تو ظاہر کہ اس کا وعظ اس کے اور مسلمانوں سب کے حق میں برا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال في القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من النار .

رواه الترمذي و صححه عن ابن عباس رضي الله عنهما.

جس نے بغیر علم قرآن کا مطلب بیان کیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

اس کو ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور صحیح قرار دیا۔

اور اگر مال یا شہرت مقصود ہے تو اگرچہ مسلمانوں کے لئے اس کا وعظ مفید ہو خود اس کے حق میں سخت مضر ہے، علماء فرماتے ہیں ایسی اغراض کے لئے وعظ ضلالت اور یہود و نصاری کی سنت ہے۔ در مختار میں ہے:

''التذكير على المنابر للوعظ و الاتعاذ سنة الأنبياء و المرسلين و لرياسته و مال و قبول عامة من ضلالة اليهود و النصارى''

منبر پر وعظ و نصیحت کرنا انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ اپنی بڑائی، مال یا اپنی مقبولیت کے لئے وعظ کہنا یہود و نصاری کی گمراہی جیسے ہے۔

[فتاوی رضویہ، ج:۱۳، ص:۱۹۹، طبع: رضا فاؤنڈیشن لاہور]

احکام شریعت میں ہے: کیا واعظ کا عالم ہونا ضروری ہے؟

ارشاد فرمایا: غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔

[احکام شریعت، ص:۲۵۵، طبع: شبیر برادرز لاہور]

اہلیت کے فقدان کی صورت میں بھی یہ جہلا مقرر منبر تک کیسے آپہونچے؟

زمانۂ ہذا کے خطباء پر آپ ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ منبروں کی زینت وزیبائش اور اس کے وقار کو جہلاء اور بے علموں سے ماند کیا جارہاہے، منبروں پر ایسے لوگ آبیٹھے ہیں جنہیں علم سے کلی آشنائی نہیں، درس نظامی کی ایک دو جماعتیں پڑھ لیں تو سمجھ بیٹھے کہ ہم سے بڑا خطیب کون ہے۔ چیخنا اور دہاڑنا جس نے سیکھ لیا وہی آج کا مقرر اعظم بن گیا۔ افسوس صد افسوس کہ خطبا چیخنے چلانے اور مشکل الفاظ کے استعمال کو ہی کامیابی کا ذریعہ سمجھتے ہیں، کوئی ان کی بات سمجھے یا نہ سمجھے، اس سے انہیں کچھ فرق نہیں پڑتا بس محفل میں چھاجائیں، لوگوں پر رنگ غالب آجائے۔

میرا سوال یہ ہے کہ

❖ کیا یہ تمام مقررین فی الواقع وعظ کہنے کے اہل ہیں؟
❖ اگر نہیں تو اہلیت کے فقدان کی صورت میں یہ منبر تک کیسے آپہنچے؟

اس کے حقیقی اسباب پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ ایسے کم علم جو خطبا کی فہرست میں شامل ہو چکے ہیں اس میں ان کی مفاد پرستی کا جذبہ کارفرما ہے۔ خطابت کو ذریعۂ معاش بنالیاہے، اور پیسوں کی لالچ انہیں کھینچ کر منبر تک لے کر آئی ہے، مال و منال کے حصول کی لالچ نے ان کی نیتوں میں فتور ڈال دیاہے، شہرت طلبی ان کے دلوں میں رچ بس چکی ہے، وہ حق وباطل کے مابین تفریق سے محروم ہو چکے ہیں۔

دوسری طرف عوام کی ستم ظریفی پر بھی سر پیٹ لینے کا جی چاہتاہے۔ عوام

ایسے ہی خطباء کو پسند کرتی ہے جو علمی مواد کم، تمسخرانہ باتیں زیادہ پیش کرتے ہیں نیز وہی خطیب انہیں متاثر کرتے ہیں جو تقریر کم اور چیختے زیادہ ہیں۔ آج پیشہ ور مقررین کا رتبہ بڑے عروج پر ہے، جاہل عوام کے لیے جاہل خطباء ہی رہنما ہیں۔

میں عوام سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ وہ ایسے پیشہ ور مقررین کو اپنی محفل میں ہرگز مدعو نہ کریں **کیونکہ یہ خطیب نہیں پیشہ ور بھکاری ہیں جن کی نظر آپ کی صلاح واصلاح پر نہیں بلکہ آپ کی جیب پر ہے۔**

مہذب بھکاری

مفسر شہیر حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کا ایسے مقررین کے ضمیر کو جھنجھوڑ دینے والا بصیرت انگیز اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

جو لوگ اردو کی چند کتابیں دیکھ کر وعظ گوئی کو بھیک کا ذریعہ بنا لیتے ہیں کہ وعظ کہہ کر پیسہ مانگنا شروع کر دیا، ان کو دیکھ کر عالم دین سے نہ ڈر، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنا بچپن آوارگی میں خراب کر دیا ہے، اور اب مہذب بھکاری ہیں۔

(اسلامی زندگی، ص:۱۳۱، طبع: دعوت اسلامی)

القاب کی بے جا بھرمار اور شرعی نقطۂ نظر

زمانۂ ہذا میں القاب کی بھرمار ہے یوں لگتا ہے کہ جیسے یہ کوئی نفسیاتی مسئلہ اور اپنی جائیداد ہو۔ کبھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ القاب دہندہ کے اہل خانہ نے ان القاب کو الماری میں قید کر کے سالوں سے رکھا ہوا تھا اب ان کی سخت حاجت مماس ہوئی ہے تو

دھڑلے سے القاب نکال رہے ہیں، اور جب جو چاہے جہاں چاہے اس میں اپنی مرضی سے جسے جو لقب دینا ہو دے دیتا ہے، اگرچہ حقیقت بالکل برعکس ہو مثلاً مقرر بے مثال، خطیب بے بدل، سلطان الواعظین، مقرر اعظم، محسن ملت، محی ملت، امین ملت، مفکر اسلام، شیخ العالم، شہنشاہ اقلیم خطابت، ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ، ماہر علم و فن، مفکر اسلام، فقیہ عصر، سرمایۂ اہل سنت، فخر قوم و ملت، زینت العلماء، زینت الفقہاء وغیرہ وغیرہ جو نااہل لوگوں پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ تو ایسا ہے کہ کسی کی جانب وہ بات منسوب کر دی جائے جو اس میں ہے ہی نہیں پھر تو یہ محض افترا پردازی ہے، اور افترا پردازی کا وبال اہل فہم و اصحاب حل و عقد پر مخفی نہیں۔

یہ زمانہ ہی کچھ ایسا آگیا ہے کہ جسے کہیں سے فضیلت کی دستار نصیب ہو گئی، وہ فوراً اپنے نام کے آگے علامہ لگوانے لگتا ہے، گویا یہ لقب محض چند سال کی پڑھائی یا کسی مختصر سی محفل میں شرکت سے خود بخود عطا ہو جاتا ہے۔

مزید تعجب تو اس بات پر ہے کہ اگر کوئی شخص کسی خانقاہ سے وابستہ ہے، یا جلسے جلوس، پروگرام اور تقریبات میں سرگرم رہتا ہے، تو بس اسی بنیاد پر لوگوں نے ایک نیا سلسلہ شروع کر دیا ہے کہ اس کے نام کے آگے "ملت" یا" دین" لگا کر ایک مصنوعی سا بڑا لقب بنا دیا جائے۔

چنانچہ اگر کسی کا نام اشرف ہے تو فوراً اشرفِ ملت بنا دیا جاتا ہے،

بادشاہ، بادشاہِ ملت بن جاتا ہے،

ضیاء الدین، ضیائے دین وملت کہلانے لگتا ہے،

اور وارث، وارثِ ملت بنادیا جاتا ہے۔

ایسا لگتا ہے جیسے ملت، دین اور امت کے سارے بار انہی چند لوگوں کے کندھوں پر رکھ دیے گئے ہوں!

سچی بات تو یہ ہے کہ اس طرزِ عمل پر ہنسی بھی آتی ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے—ہنسی اس بناوٹ اور تصنع پر، اور افسوس اس لیے کہ یہ سب کچھ اُن لوگوں کی طرف سے ہوتا ہے جو خود کو "خادمِ دین" کے نام سے متعارف کراتے ہیں، اور خانقاہوں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ افسوس کہ خدمتِ دین کا اصل جوہر یعنی اخلاص، تواضع اور علم کی امانت داری کہیں پس منظر میں چلا گیا ہے، اور نمود و نمائش نے اس کی جگہ لے لی ہے۔

کاش! ہم القاب کے پیچھے دوڑنے کے بجائے کردار اور عمل کی تعمیر پر توجہ دیتے، کیونکہ ملت کی عظمت ناموں سے نہیں کاموں سے بڑھتی ہے۔

یہاں پر ایک عظیم محدث وفقیہ اور مفکر، امام شرف الدین نووی شارح مسلم علیہ الرحمہ کا ذکر کرنا بہت ہی مناسب ہے کہ اتنے بڑے درجہ کے عظیم محدث ہونے کے باوجود بھی اپنے لیے القاب کو کس قدر ناپسند فرماتے تھے۔ اصحابِ شوافع میں کس قدر ان کی مقبولیت ہے، کسی پر مخفی نہیں ہے، اور ان کی خدمت اسلام بھی ہر کسی پر روز روشن کی طرح واضح و بیّن ہے۔ آپ کو جب لوگوں نے " محی الدین "لقب دیا، آپ کو

اسی لقب سے پکارنے لگے تو آپ نے سختی سے منع فرمایا کہ کوئی مجھے "محی الدین" نہ کہے۔ حالاں کہ آپ اس لقب کے حقدار تھے، پھر بھی آپ اپنی تعریف سے کتراتے تھے۔

لیکن آج کے مقرروں اور کچھ خانقاہی لوگوں کو ملاحظہ فرمایئے، ان کا نام چھوٹا سا لیکن القاب کم سے کم دو تین لائن میں، مثلاً کسی خانقاہی شخص کا نام "زید" ہے تو اس سے پہلے اتنے لمبے لمبے القاب کہ پانچ سات لوگوں کا نام اتنی جگہ میں آرام سے آجائے جب کہ ان میں علمی لیاقت ذرہ برابر نہیں، لیکن باپ سلطان تھا تو ہم بھی سلطان ہیں، اسی فکر کو لے کر مسند پر بیٹھ کر قوم کو لوٹ کر اپنا پیٹ بھر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یُزَکُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا۔

یعنی: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو خود اپنی ستھرائی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ستھرا کرے اور ان پر ظلم نہ ہوگا دانہ خرما کے ڈورے برابر۔ (ترجمۂ کنزالایمان)

اس آیت کت تحت تفسیر خزائن العرفان مین ہے:

یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جو لوگوں کو دھوکہ دینے اور گمراہ کرنے پر خوش ہوتے اور باوجود ناداں ہونے کے یہ ہیں پسند کرتے کی انہیں عالم کہا جائے۔

مسئلہ: اس آیت میں وعید ہے خود پسندی کرنے والے کے لیے اور اس کے

لیے جو لوگوں سے اپنی جھوٹھی تعریف چاہے جو لوگ بغیر علم اپنے آپ کو عالم کہلواتے ہیں یا اسی طرح اور کوئی غلط وصف اپنے لیے پسند کرتے ہیں انہیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔(خزائن العرفان، ص:۱۴۹)

اللہ تعالی فرماتا ہے:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ.

یعنی: ہر گز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کیے ان کی تعریف ہو ایسوں کو ہر گز عذاب سے دور نہ جاننا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔(ترجمہ کنز الایمان)

اس آیت کے تحت تفسیر نور العرفان میں ہے:

اس فرمان الہی سے معلوم ہوا کہ بزدلوں کو خان بہادر کا اور جاہلوں کو شمس العلماء کا خطاب دینا اور اُن خطاب یافتہ لوگوں کا اس پر خوش ہونا طریقۂ کفار ہے۔ اسی طرح بے علم لوگوں کا مولوی عالم فاضل بن جانا اور اس کی ڈگری پر خوش ہونا طریقۂ جہال ہے کیونکہ آج کل بعض جاہل تدبیر کر کے مولوی عالم فاضل وغیرہ کی ڈگریاں حاصل کر لیتے ہیں۔[تفسیر نور العرفان، ص:۱۱۸]

صحیح مسلم میں ہے:

عن أبي معمر قال: قام رجل يثني على أمير من الأمراء، فجعل المقداد يحشى عليه التراب، و قال: أمرنا رسول الله ﷺ أن نحشى في وجوه المداحين التراب.

[صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب النهی عن المدح إذا کان فیه إفراط، الحدیث: ۷۵۰۵]

ابو معمر رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہے کہ ایک شخص کھڑا ہو کر امیروں میں سے کسی امیر کی تعریف کرنے لگا، تو حضرت مقداد بن اسود اس شخص پر مٹی ڈالنے لگے اور فرمایا کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تعریف کرنے والوں کے منہ پر مٹی ڈالیں۔

الأسنی فی شرح أسماء الحسنی وصفاتہ للقرطبی میں ہے

يجب على كل مسلم أن لايزكي نفسه ولا يثني عليها ، و إنما العبرة تزكية من زكاه (الله تعالى) كرسله و أنبيائه ، ففي صحيح مسلم عن محمد بن عمرو بن عطاء قال: سميت ابنتي برة ، فقالت لي زينب بنت أبي سلمة: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن هذا الاسم . و سميت برة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لاتزكوا أنفسكم الله أعلم بأهل البر منكم ، قالوا: بم نسميها ؟ فقال: سموها زينب.

فقد دل الكتاب والسنة على المنع من تزكية الإنسان نفسه ثم قال علماؤنا ويجري هذا المجرى ما قد كثر في الديار المصرية وغيرها من بلاد العراق والعجم من نعتهم أنفسهم بالنعوت التي تقتضي التزكية كزكي الدين ومحي الدين وعلم الدين وناصر الدين وشبه ذلك لكن لما كثرت قبائح المسمين بهذه الأسماء ظهر تخلف عن النعوت عن أصلها ، فصارت لاتفيد شيئا .

و في الحديث الشريف : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : احثوا في وجوه المداحين التراب . رواه المقداد ، و هذا ثابت في

الصحيح.

[الأسنى في شرح اسماء الله الحسنى للقرطبي ، ص:٢١٨ ، طبع:المكتبة العصرية]

ترجمہ:

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی تعریف و تزکیہ نہ کرے اور نہ اپنی ذات کی مدح سرائی کرے، کیونکہ اصل اعتبار تو اسی کا ہے جس کی تزکیہ اللہ رب العزت فرمائے ، جیسے کہ اس نے اپنے رسولوں اور انبیاء علیہم السلام کی۔

صحیح مسلم میں حضرت محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے اپنی بیٹی کا نام "برّہ" رکھا۔ تو مجھے حضرت زینب بنت ابی سلمہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام سے منع فرمایا ہے۔ اور میرا نام بھی "برہ" تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اپنی پاکیزگی کے دعوے مت کرو، اللہ تم میں سے نیک لوگوں کو بہتر جانتا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا: تو پھر ہم اس کا کیا نام رکھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا نام زینب رکھ دو۔

پس کتاب و سنت اس بات پر دال ہیں کہ انسان کا اپنی ذات کی تعریف کرنا ممنوع ہے۔ ہمارے علماء نے فرمایا کہ اسی حکم کے مطابق اُن ناموں کی بھی ممانعت ہے جو آج کل مصر، عراق اور عجم کے علاقوں میں عام ہو چکے ہیں، جیسے: زکی الدین، محی الدین، علم الدین، ناصر الدین اور اسی طرح کے دوسرے نام جو اپنی ذات کی پاکیزگی

اور دین داری کا دعویٰ ظاہر کرتے ہیں۔

اگرچہ اس قسم کے نام رکھنے والے لوگوں کی عملی حالت دیکھ کر اب یہ نام اپنے حقیقی مفہوم سے خالی ہو چکے ہیں اور یہ صفات ان پر صادق نہیں آتیں، اس لیے اب ان ناموں کا وہ دعویٰ و معنیٰ باقی نہیں رہا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حد سے بڑھ کر تعریف کرنے والوں کے چہروں پر خاک ڈال دو۔

یہ حدیث حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور صحیح ثابت ہے۔

ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن محمد عبدری معروف بہ ابن حاج مالکی علیہ الرحمہ نے القاب دینے و قبول کرنے والوں کے متعلق واضح موقف اپناتے ہوئے ان پر نقد و جرح فرمایا، اور القاب کے عروج و ارتقاء پر بھی روشنی ڈالی، مزید اپنے سر کی آنکھوں سے ملاحظہ کریں، اور غور و فکر ضرور کریں، فرماتے ہیں:

ويتعين عليه أن يتحفظ من هذه البدعة التي عمت بها البلوى وقل أن يسلم منها كبير أو صغير وهي ما اصطلحوا عليه من تسميتهم بهذه الأسماء القريبة العهد بالحدوث التي لم تكن لأحد ممن مضى، بل هي مخالفة للشرع الشريف، وهي فلان الدين وفلان الدين، والعالم أولى من يتحفظ نفسه من هذه الأشياء ويذب عن السنة في حق نفسه

وفي حق غيره، وهو الآن راع على كل من حضره «وكلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته» فإذا نطق أحد بهذه الأسماء نهاه برفق وتلطف به في التعليم، ونبهه بما ورد في التزكية من النهي. وكذلك إذا ناداه أحد بهذا الاسم فيعلمه كما ذكر، وأقل ما يمكن في حقه في غير هذا المجلس أن لا يستجيب لمن ناداه بهذا الاسم حتى يناديه بالاسم المشروع؛ لأن هذا المجلس يتعين عليه خصوصا التغيير باللسان والتعليم بالرفق؛ لأنه لذلك قعد.

ألا ترى أن هذه الأسماء فيها من التزكية ما فيها فيقع بسببها في المخالفة بدليل كتاب الله وسنة رسوله – صلى الله عليه وسلم – وأقوال العلماء، أما الكتاب فقوله تعالى {فلا تزكوا أنفسكم} [النجم: ٣٢] وقوله تعالى {ألم تر إلى الذين يزكون أنفسهم بل الله يزكي من يشاء ولا يظلمون فتيلا} [النساء: ٤٩] {انظر كيف يفترون على الله الكذب وكفى به إثما مبينا} [النساء: ٥٠]

وأما السنة فقول رسول الله – صلى الله عليه وسلم – «لا تزكوا على الله أحدا ولكن قولوا إخاله كذا وأظنه كذا» .

وأما قول العلماء فقد قال أبو عبد الله القرطبي - رحمه الله - في كتابه شرح أسماء الله الحسنى، فقد دل الكتاب والسنة على المنع من تزكية الإنسان نفسه ثم قال: قال علماؤنا ويجري هذا المجرى ما قد كثر في الديار المصرية وغيرها من بلاد العراق والعجم من نعتهم أنفسهم بالنعوت التي تقتضي التزكية والثناء كزكي الدين ومحيي الدين وعلم الدين وشبه ذلك انتهى. فإذا ناداك مناد بهذا الاسم فقد ارتكب ما لا ينبغي للحديث المتقدم؛ لأنه قد زكى الغير وهو موضع النهي وأنت إذا استحلبت له صرت مثله لما تقدم. ألا ترى إلى ما روي في الحديث من رواية عبد الله بن مسعود - رضي الله عنه - قال قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم -: «عليكم بالصدق فإن الصدق يهدي إلى البر وإن البر يهدي إلى الجنة وما يزال الرجل يصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صديقا وإياكم والكذب فإن الكذب يهدي إلى الفجور وإن الفجور يهدي إلى النار، وما يزال العبد يكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذابا» رواه الترمذي. ومنه أيضا عن ابن عمر - رضي الله تعالى عنهما - عن النبي - صلى الله عليه وسلم -

قال: «إذا كذب العبد تباعد عنه الملك ميلا من نتن ما جاء به» . وقد ورد أيضا «لا يزال الرجل يتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صادقا ولا يزال الرجل يتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كاذبا» . «وقد سئل – عليه الصلاة والسلام – أيسرق المؤمن؟ قال: قد يكون ذلك، قيل: أيزني المؤمن؟ قال: قد يكون ذلك، قيل: أيكذب المؤمن قال: إنما يفترى الكذب الذين لا يؤمنون بآيات الله» وفي رواية قال لا انتهى.

وقد قال تعالى {ما يلفظ من قول إلا لديه رقيب عتيد} [ق: ١٨] وقد ورد فيمن انفلتت دابته فلم يقدر على إمساكها فأراها المخلاة فتأتي على أن العلف فيها فيمسكها أنها تكتب عليه كذبة يحاسب عليها يوم القيامة مع أنه معذور في ذلك؛ لأن «النبي – صلى الله عليه وسلم – نهى عن إضاعة المال» ، وفعله ذلك من باب صيانته.

ألا ترى إلى البخاري – رحمه الله – لما أن رحل من بلاده إلى بعض الشيوخ ليسمع عليه الحديث فلما أن جلس عنده جاء صغير ليقع من موضع فقبض الشيخ يده لكي يظن الصبي أن في يده شيئا يعطيه إياه ليأتي فيأخذ ما فيها، فقام البخاري – رضي الله عنه – وتركه

ولم يسمع عليه شيئا؛ لأنه رأى أن ذلك كذبا وقدحا في الرواية عنه، فإذا قال مثلا محيي الدين أو زكي الدين فلا بد أن يسأل عن ذلك يوم القيامة، ويقال له هذا هو الذي أحيا الدين وهذا هو الذي زكى الدين إلى غير ذلك فكيف يكون حاله إذ ذاك حين السؤال بل حين أخذه صحيفته فيجدها مشحونة بما تقدم ذكره من التزكية، وقد اختلف علماؤنا رحمة الله عليهم في معنى الآية المتقدمة وهي قوله تعالى: {ما يلفظ من قول إلا لديه رقيب عتيد} [ق: ١٨] هل الملائكة الكرام يكتبون كل ما يتلفظ به الشخص المكلف كان ما كان أو لا يكتبون إلا ما تضمنه الأمر والنهي. وعلى هذا القول الثاني هي المسألة التي نحن بسيلها إذ أنها احتوت على أشياء مذمومة في الشرع الشريف، وهي تزكية الإنسان نفسه وتزكيته لغيره والكذب ومخالفة السلف - رضي الله عنهم -، فإنا لله وإنا إليه راجعون، ولو وقف أمرنا على هذا لكان قريبا أن لو كان سائغا؛ لأنه إذا تقرر عندنا أن هذا كذبا وتزكية يرجى لأحدنا التوبة والإقلاع ولكن زدنا على ذلك الأمر المخوف وهو أنا نرى أن ذلك جائز أو مندوب إليه بحسب ما سولت لنا أنفسنا من أن

الناس إذا خوطبوا بغير هذه الأسماء تشوشوا من أجل ذلك وتولدت الشحناء والبغضاء فوضعنا لهم التزكية الخالصة حتى لا يتشوشوا ولا تتولد البغضاء ولا العداوة، لا جرم أن العداوة والبغضاء والشحناء قد كمنت عند بعضهم وحصل منها أوفر نصيب، كل ذلك بسبب هذه البدعة فبقيت البواطن متنافرة مع الأذهان في الظاهر، فأدت هذه البدعة إلى الأمر المخوف؛ لأن صفة المنافق أن يكون باطنه ومعتقده خلاف ظاهره نعوذ بالله من ذلك، ولو كانت هذه الأسماء تجوز لما كان أحد أولى بها من أصحاب رسول الله – صلى الله عليه وسلم – إذ أنهم شموس الهدى وأنوار الظلم وهم أنصار الدين حقا كما نطق به القرآن والخير كله في الاتباع لهم في الاعتقاد والقول والعمل.

ألا ترى إلى أزواج النبي – صلى الله عليه وسلم – اللاتي اختارهن الله له – عليه الصلاة والسلام – واصطفاهن لما علم الله سبحانه وتعالى ما فيهن من الشيم الكريمة والأحوال العالية المرضية «لما أن دخل – عليه الصلاة والسلام – بزينب أم المؤمنين – رضي الله عنها – قال لها: ما اسمك فقالت: برة فكره ذلك الاسم وقال لا تزكوا

أنفسكم». لما فيه من اشتقاق اسم البر، ومعلوم بالضرورة أنها ما اختيرت لسيد الأولين والآخرين إلا وفيها من البر حيث المنتهى؛ لأنه - عليه الصلاة والسلام - كره ذلك الاسم وإن كان حقيقة لما فيه من التزكية فجدد اسمها زينب، وكذلك «فعله - عليه الصلاة والسلام - مع جويرية أم المؤمنين وجدد اسمها كما تقدم فسماها جويرية» ، فإذا كره - عليه الصلاة والسلام - ذلك في حق من فيه ذلك حقيقة ونهى عنه بقوله «لا تزكوا أنفسكم» فما بالك بأحوالنا اليوم. ومن هذا الباب أيضا ما خرجه أبو داود في سننه عن شريح عن أبيه هانئ - رضي الله عنه - أنه «لما وفد على رسول الله - صلى الله عليه وسلم - مع قومه سمعهم يكنونه بأبي الحكم فدعاه رسول الله - صلى الله عليه وسلم - فقال: إن الله هو الحكم وإليه الحكم فلم تكنى أبا الحكم، فقال: إن قومي إذا اختلفوا في شيء أتوني فحكمت بينهم فرضي كلا الفريقين بحكمي، فقال رسول الله - صلى الله عليه وسلم -: ما أحسن هذا فما لك من الولد، فقال: لي شريح ومسلم وعبد الله، قال: فمن أكبرهم، قال: شريح، قال: فأنت أبو شريح» .

فإن قال قائل إنما هذه الأسماء مجاز لا عبرة بها، وقد صارت أيضا كأسماء الأعلام حتى لا يعرف أحد إلا بها فقد خرجت عن باب التزكية إلى باب أسماء الأعلام كالعباس وعلي. فالجواب أن هذا يرده ما نشاهده في الوجود مباشرة، وهو أن الواحد منا إذا قيل له اسمه العلم الشرعي كالعباس وعلي تشوش من ذلك على من ناداه بذلك ووجد عليه الحنق لكونه ترك ذلك الاسم وعدل عنه إلى غيره فهذا يوضح ويبين أن التزكية باقية مقصودة في هذه الأسماء وأنها لم تبرح ولم تخرج عن موضعها الذي وضعت له مع أنه لو لم يكن فيها إلا الكذب والتزكية لكان منهيا عنه؛ لأن «النبي – صلى الله عليه وسلم – قد نهى عن التشبه بالأعاجم» وهذه الأسماء ما ظهرت إلا من قبلهم، وقد رأيت لبعض الشيوخ ممن يقتدى به في العلم والفتوى والدين يقول: إنه أدرك أباه ومن كان في سنه لا يتسمون بهذه الأسماء ولا يعرفونها.

وكان سببها أن الترك لما تغلبوا على الخلافة تسموا إذ ذاك هذا شمس الدولة، وهذا ناصر الدولة، وهذا نجم الدولة إلى غير ذلك

فتشوفت نفوس بعض العوام ممن ليس له علم إلى تلك الأسماء لما فيها من التعظيم والفخر، فلم يجدوا سبيلا إليها لأجل عدم دخولهم في الدولة فرجعوا إلى أمر الدين، فكانوا في أول ما حدثت عندهم هذه الأسماء إذا ولد لأحدهم مولود لا يقدر أن يكنيه لفلان الدين إلا بأمر يخرج من جهة السلطنة فكانوا يعطون على ذلك الأموال حتى يسمى ولد أحدهم بفلان الدين، فلما أن طال المدى وصار الأمر إلى الترك فلم يبق لهم بالتسمية بالدولة معنى إذ أنها قد حصلت لهم فانتقلوا إلى الدين، ثم فشا الأمر وزاد حتى رجعوا يسمون أولادهم بغير مال يعطونه على ذلك، ثم انتقل إليه بعض من لا علم عنده ولا عمل، ثم صار الأمر متعارفا متعاهدا حتى أنس به بعض العلماء فتواطئوا عليه، فإنا لله وإنا إليه راجعون. كان الناس يقتدون بالعالم ويهتدون بهديه فصار الأمر إلى أن يحدث الأعاجم، ومن لا علم عنده شيئا فيقتدى بالعالم وبهم، فإنا لله وإنا إليه راجعون على عكس الأمور وانقلاب الحقائق. ألا ترى إلى الإمام الحافظ النووي – رحمه الله – من المتأخرين لم يرض قط بهذا الاسم وكان يكرهه كراهة شديدة على ما نقل عنه

وصح، وقد وقع في بعض الكتب المنسوبة إليه - رحمه الله - أنه قال: إني لا أجعل أحدا في حل ممن يسميني بمحيي الدين وكذلك غيره من العلماء العاملين بعلمهم، وقد رأيت بعض الفضلاء من الشافعية من أهل الخير والصلاح إذا حكى شيئا عن النووي - رحمه الله - يقول قال يحيى النووي فسألته عن ذلك فقال: إنا نكره أن نسميه باسم كان يكرهه في حياته. فعلى هذا فهذه الأسماء إنما وضعت عليهم تفعلا وهم برآء من ذلك.

وقد قال مالك - رحمه الله - ولا ينبغي أن يتسمى الرجل بياسين ولا بجبريل ولا بمهد. قيل فالهادي قال هذا أقرب؛ لأن الهادي هادي الطريق «وكان النبي - صلى الله عليه وسلم - يكره سيئ الأسماء» مثل حرب ومرة وجمرة وحنظلة. انتهى.

ثم العجب ممن يتسمى بهذه الأسماء في كونهم أكثروا النكير على مالك - رحمه الله - في أخذه بعمل أهل المدينة وكان في القرن الثاني، ثم إنهم اقتدوا في هذه الأسماء بمن أحدثها في القرن السابع وليسوا بالمدينة بل بالعراق وغيره. وقد قال مالك - رحمه الله - العمل

أثبت من الأحاديث قال: من اقتدى به وإنه لضعيف أن يقال في مثل ذلك حدثني فلان عن فلان. وكان رجال من التابعين تبلغهم عن غيرهم الأحاديث فيقولون ما نجهل هذا ولكن مضى العمل على غيره. وكان محمد بن أبي بكر بن جرير ربما قال له أخوه لم لم تقض بحديث كذا فيقول: لم أجد الناس عليه قال النخعي لو رأيت الصحابة - رضي الله عنهم - يتوضئون إلى الكوعين ما توضأت كذلك وأنا أقرؤها {إلى المرافق} [المائدة: ٦] وذلك لأنهم لا يتهمون في ترك السنن وهم أرباب العلم وهم أحرض خلق الله على اتباع رسول الله - صلى الله عليه وسلم - ولا يظن ذلك بهم أحد إلا ذو ريبة في دينه.

قال عبد الرحمن بن مهدي السنة المتقدمة من سنة أهل المدينة خير من الحديث قال ابن عيينة الحديث مضلة إلا للفقهاء يريد أن غيرهم قد يحمل الشيء على ظاهره وله تأويل من حديث غيره أو دليل يخفى عليه أو متروك أوجب تركه غير شيء مما لا يقوم به إلا من استبحر وتفقه. قال مالك - رحمه الله - وإنما فسدت الأشياء حين

تعدى بها منازلها وليس هذا الجدل من الدين بشيء نقله ابن يونس، ومن البيان والتحصيل قال مالك - رحمه الله - العلم الذي هو العلم معرفة السنن والأمر الماضي المعروف المعمول به. ثم انظر رحمك الله إلى مكيدة الشيطان في هذه الأسماء وما أوقع فيها من سمه السموم. ألا ترى أن الغالب على الأسماء الشرعية أن يكون فيها اسم من أسماء الله تعالى أو اسم من أسماء الأنبياء - عليهم السلام - أو اسم من أسماء الصحابة - رضي الله عنهم -. وقد ورد في الحديث عن علي - رضي الله عنه - أن النبي - صلى الله عليه وسلم - قال «ما من أهل بيت فيه اسم نبي إلا بعث الله تبارك وتعالى إليهم ملكا يقدسهم بالغداة والعشي» انتهى.

وقد ورد عن الحسن البصري أنه قال: إن الله ليوقف العبد بين يديه يوم القيامة اسمه أحمد أو محمد قال فيقول الله تعالى له: عبدي أما استحييت مني وأنت تعصيني واسمك اسم حبيبي محمد فينكس العبد رأسه حياء ويقول: اللهم إني قد فعلت فيقول الله عز وجل يا جبريل خذ بيد عبدي وأدخله الجنة، فإني أستحي أن أعذب بالنار من

اسمه اسم حبيبي. فإذا كانت هذه العناية العظمى في اسم من أسماء الأنبياء فكيف بها في اسم من أسماء الله تعالى كفى بها بركة أنهم ينطقون باسم من أسماء الله تعالى أو باسم من أسماء الأنبياء – عليهم السلام – أو اسم من أسماء الصحابة – رضي الله عنهم – فتعود عليهم بركته، فلما رأى الشيطان هذه البركة وعمومها أراد أن يزيلها عنهم بعادته الذميمة وشيطنته الكمينة فلم يمكنه أن يزيلها إلا بضدها، وهو أن يكون الاسم يعود عليهم بالضد، ثم إنه لا يأتي لأحد إلا من الوجه الذي يعرف أن يقبل منه فلما أن كان أهل المشرق الغالب على بعضهم حب الفخر والرياسة أبدل لهم تلك الأسماء المباركة بما فيها ذلك نحو عز الدين وشمس الدين إلى غير ذلك مما قد علم، فنزل التزكية موضع تلك الأسماء المباركة، ولما أن كان أهل المغرب الغالب عليهم التواضع وترك الفخر والخيلاء أتى لبعضهم من الوجه الذي يعلم أنهم يقبلونه منه فأوقعهم في الألقاب المنهي عنها بنص كتاب الله تعالى فقالوا لمحمد حمو، ولأحمد حمدوس، ويوسف يسو ولعبد الرحمن رحمو إلى غير ذلك مما هو معروف معروف عندهم متعارف بينهم، فأعطى لكل

إقليم الشيء الذي يعلم أنهم يقبلونه منه نعوذ بالله من ذلك فإذا كان الأصل هذا فكيف يتبع أو كيف يرجع إليه هذا إذا كان سالما من التزكية والكذب فكيف مع وجودهما والعالم أولى بل أوجب أن ينصح نفسه وينصح جلساءه وإخوانه المسلمين بإظهار سنة والإرشاد إليها وإخماد بدعة والنهي عنها والتهاون بها.

ولو لم يكن في ذلك من الفائدة إلا معرفة الذنوب لكان ذلك كافيا والله الموفق فيحتاج أن يغتنم ما سيق إليه من هذه النعمة الشاملة؛ لأنه إذا فعل هذا أو نحوه حصل له إذ ذلك وصار من المشهود لهم بالجنة ومن له بهذا والمشهود لهم بالجنة العشرة - رضوان الله عليهم -، ثم أهل بيعة الرضوان - رضوان الله عليهم -، ثم أهل بدر - رضوان الله عليهم -، ثم ما جاء من الأفراد المشهود لهم بالجنة، ثم هذا العالم المذكور لقوله - عليه الصلاة والسلام - «من أحيا سنة من سنتي قد أميتت فكأنما أحيا ومن أحيا كان معي في الجنة» وأي غنيمة أعظم من هذه أن يكون مشهودا له بالجنة، وهو في هذا الزمن العجيب.

نسأل الله تعالى أن يعيننا على ما يقربنا إليه بمنه. وسيأتي باقي الكلام على كنى الرجال الشرعية مع الكلام في نعوت النساء في موضعه إن شاء الله تعالى، وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.

(المدخل لابن الحاج،فصل في ذكر النعوت، ج:١،ص:١٢٢، دار التراث)

ابو محمد حسن بن علی بن سلیمان قاہری (المتوفی سنہ ۸۷۰ھ) رقم طراز ہیں:

قال النووي: ومن البدع ما عمت به البلوى في الدين من الكذب الجاري على ألسنة كثير من المسلمين وهو ما اعتمدوه من الألقاب كمحيى الدين ونور الدين ومعين الدين وناصر الدين ونحو ذلك من الكذب الذي يتكرر الألسن حال القول وحال التعريف والحكاية وغير ذلك فكل هذا بدعة في الدين ومنكر يخالف الشرع سيما وأكثر من سمي بهذا إما فاسق أو ظالم أو جاهل لا يعرف الدين بل لو كان على حقيقة لكره لما فيه من التزكية فكيف وهو بعيد من المجاز فضلا عن الحقيقة قال الإمام أبو عبد الله القرطبي في كتابه شرح الأسماء الحسنى: قد دل الكتاب والسنة على المنع من تزكية الإنسان نفسه ثم قال علماؤنا ويجري هذا المجرى ما قد كثر في الديار المصرية وغيرها من بلاد العراق والعجم من نعتهم أنفسهم بالنعوت التي تقتضي التزكية كزكي الدين ومحي الدين وعلم الدين وناصر الدين وشبه ذلك ا. هـ

وقد قال الله تعالى: {مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ}

فإذا قال محي الدين أو ناصر الدين أو نحو ذلك فلا بد وأن يسأل يوم القيامة هل هو صادق في وصفه أو كاذب ولو كان ذلك جائزا لسب إليه المتقدمون فلقد كان في الصحابة من نصر الله به الدين حقا وأعز الله به الدين يقينا وأيد الله به معالي الدين بشهادة الله وشهادة رسوله -صلى الله عليه وسلم- وما لقبوا بهذا الألقاب ولا عدل بهم عن الأسماء والكنى فكيف يلقب بها من هو متصف بأضداد ذلك .

وقد حكى الإمام أبو عبد الله بن الجامع في كتابه المدخل عن النووي رحمه الله تعالى أنه كان يكره أن يلقب بمحي الدين كراهية شديدة قال: وقد وقع في بعض كتب المنسوبة إليه أنه قال إني لا أجعل أحدا في حل ممن سميني بمحي الدين قال: ورأيت بعض الفضلاء من الشافعية من أهل الخير والصلاح يقول إذا حكى شيئا عن النووي قال يحيى النووي: فسألته عن ذلك أنا نكره أن نسميه باسم كان يكرهه في حياته.

ومن البدع ما ابتدعوه من تسمية البنت بست الناس وست العلماء وست النساء وست القضاة وست الفقهاء وست الكل وست

العرب وما أشبه ذلك وهذا أيضا بدع شنيعة قبيحة شديدة الكراهة ثم إن هذه اللفظة باطلة عدها أهل اللغة من ظن العوام أنهم يريدون بست الناس سيدتهم ولا يعرف أهل اللغة لفظ ست إلا في العدد إذ يدخل تحت عموم اللفظ الأنبياء والعلماء والصالحون وإن كان المسمى بذلك لا يعتقد دخول من ذكر فهو كذب محض من غير ضرورة والكذب حرام مع ما في ذلك من الكبر والتفاخر والتزكية وغير ذلك لما في الصحيحين أن زينب كان اسمها برة فقيل تزكي نفسها فسماها رسول الله -صلى الله عليه وسلم- زينب فقد غير رسول الله -صلى الله عليه وسلم- هذا الاسم مع صدقه في حقها ذكره ابن النحاس في كتابه تنبيه الغافلين.

[فتح القريب المجيب على الترغيب والترهيب، كتاب النكاح، الترغيب في الأسماء الحسنى، الحديث:٣٠٣٠،ج:٨، ص:٧٤٣، طبع:المملكة العربية السعودية، الرياض]

مذکورہ بالا نصوص پر ایک طائرانہ نظر

مذکورہ بالا عربی عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ عوام ہوں یا علماء ہوں، وہ اپنے کو دودھ کا دھلا انسان شمار نہ کریں، اور نہ ہی کسی کی ایسی تعریف کریں، اور نہ ہی ایسے القاب سے دوسروں کو نوازیں جو اس میں نہ ہوں، مثلاً محی الدین، زکی الدین، علم الدین، ناصر الدین وغیرہ اس جیسے الفاظ (اور گزشتہ صفحہ پر جو الفاظ مرقوم ہیں جسے آج کے لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے) سے بچنا لازم ہے، کیوں کہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جسے ہم یہ القاب دے رہے ہیں وہ فاسق ہو، جاہل ہو، ظالم ہو جو دین کو جانتا ہی نہیں ہے، اور اگر آج دنیا میں تم خود کو ایسے القاب دوگے، یا ایسے القاب سن کر خاموش بیٹھے رہوگے، تو کل قیامت کے دن اس بارے میں سوال ہوگا کہ جو اس فلاں شخص نے تمھارے بارے میں کہا تھا کیا وہ سچ ہے، یا جھوٹ؟ تو پھر وہاں کیا جواب دوگے؟۔ لہٰذا عقل وخرد کو بروئے کار لائیں، غور وفکر کریں اور القاب سے اپنے دامن کو بچائے رکھیں، اور امام نووی علیہ الرحمہ جیسا عمل کریں۔

امام ابن الحاج مالکی مکی علیہ الرحمہ اپنی کتاب "مدخل" میں رقم طراز ہیں:

جب امام نووی علیہ الرحمہ کو ان کے معاصرین نے "محی الدین" لقب سے موسوم کیا تو آپ نے سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: "إني لا اجعل أحدا في حل ممن يسميني بمحي الدين" یعنی میں کسی کو بھی "محی الدین" لقب سے

مجھے پکارنے کی اجازت نہیں دیتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلاف کرام جب آپ کا کوئی قول نقل کرتے ہیں تو صرف ”قال النووی، کتب النووی“ وغیرہ لکھتے ہیں۔

نیز فرماتے ہیں کہ آج کل ایک ایسی بدعت جاری ہوئی جس سے کوئی محفوظ نہیں چھوٹے بڑے سب برابر کے شریک ہیں، ہر ایک القاب کا متلاشی ہے، حالانکہ اس سے قبل کے علماء میں ایسی باتیں نہیں پائی جاتی تھیں۔

اعلی حضرت امام احمد رضا خان قادری اور لقب

اعلی حضرت امام احمد رضا خان قادری کو ایک مرتبہ کسی نے حافظ کہہ دیا تو آپ نے اسی دن سے حفظ قرآن کرنا شروع کر دیا تاکہ بروز حشر اس پر گرفت نہ ہو۔

ہاں بزرگان دین کے ناموں کے ساتھ جو اس طرح کے القابات لکھے جاتے ہیں وہ بالکل صحیح و درست ہے کیوں کہ وہ یقینی طور پر اس کے حقدار ہیں، اور انہوں نے جو خدمت دین انجام دی ہے وہ پردۂ خفا میں نہیں ہے، ہر کسی پر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

لہذا القاب سے خود بھی بچیں، اور دوسرا اگر کوئی لقب آپ کے لیے استعمال کرے اور آپ اس کے اہل نہ ہوں تو فوراً اسے منع کر دیں۔ اس سے آپ کی عزت کم نہیں ہو گی، بلکہ اور زیادہ بڑھے گی، اور ابھرے گی۔

عملی اصلاحی تجاویز اور مستقبل کی راہ

❖ اجلاس واعراس کو با مقصد بنانے کے لیے کن اقدام کی ضرورت ہے؟

❖ اور سب سے اہم کردار کن لوگوں کا ہوتا ہے اور کون لوگ مستحق ہیں؟

آپ پڑھ چکے ہیں کہ ہمارے یہاں بڑھتے ایام کے ساتھ اجلاس واعراس کی بھی کثرت ہوتی جارہی ہے۔ ان محافل کی افادیت کو بحال کرنے اور انہیں حقیقی معنوں میں ہدایت کا مرکز بنانے کے لیے ہمیں مندرجہ ذیل عملی اقدامات اٹھانے ہوں گے۔

منتظمین کی ذمہ داری

سب سے پہلے منتظمین کو اپنے مقاصد کا از سرِ نو تعین کرنا ہوگا کہ ان کا مقصد صرف بھیڑ جمع کرنا یا مالی فائدہ حاصل کرنا نہیں بلکہ امت کی فکری وروحانی اصلاح ہے۔

خطبا، نعت خوانوں اور نقبا کے انتخاب میں علمی، عملی، اخلاقی اور شرعی معیار کو اولین ترجیح دی جائے۔ کسی بھی ایسے فرد کو دعوت نہ دی جائے جو مذکورہ بالا معیارات پر پورا نہ اترتا ہو۔

جلسہ کو با مقصد بنانے کے لیے کسی مستند اور سنجیدہ عالم دین کو مدعو کیا جائے تاکہ عوام وطلباء مستفید ہو سکیں۔

خبردار ایسے خطبا کو ہرگز ہرگز مدعو نہ کریں جو صرف حافظ و قاری ہوں، کیوں کہ یہ تقریر کرنے کے اہل نہیں ہیں۔

مجلس کے لیے وقت کا تعین حکمت کے ساتھ کیا جائے تاکہ طوالت کی وجہ سے لوگ اکتاہٹ کے شکار نہ ہوں۔ آدھے گھنٹے کی مختصر مگر جامع تقریر زیادہ مؤثر ہوتی ہے بنسبت گھنٹوں کی بے مقصد لفاظی کے۔

مجالس میں فضول خرچی اور غیر شرعی رسوم سے اجتناب کیا جائے۔

مقامی علماء اور ائمہ مساجد (جو اہل علم ہوں) کو بھی تقریر کے مواقع دیے جائیں، کیونکہ وہ علاقائی مسائل سے بہتر واقف ہوتے ہیں۔

جلسہ کے اخراجات ممکنہ حد تک معتدل رکھے جائیں تاکہ کسی کو تنقید اور لب کشائی کا موقع نہ ملے۔

آج ہمارے دینی اجتماعات میں ایک نہایت افسوس ناک رجحان تیزی سے عام ہوتا جارہاہے۔ بعض وہ حضرات بھی، جو خود کو مفتی، عالمِ دین اور خادمِ سنّت کہلوانا پسند کرتے ہیں، اسٹیج پر آتے ہی دورانِ نعت و تقریر چائے نوشی میں مشغول ہو جاتے ہیں، یا پان و تمباکو جیسی چیزوں کا استعمال کرنے لگتے ہیں، گویا منبر و محراب اُن کے لیے آرام و آسائش کی جگہ ہو۔

منبر کی وہ عظمت، جو سنجیدگی، ادب اور وقار کی متقاضی ہے، اس طرح کے مشاغل سے بری طرح مجروح ہوتی ہے۔ ایک طرف زبان سے خدامِ دین ہونے کا دعویٰ، اور دوسری طرف اسی مقدس مقام پر ایسی نازیبا حرکات۔۔۔۔۔ یہ آدابِ منبر کی صریح خلاف ورزی ہے۔

حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی علیہ الرحمہ اس طرزِ عمل پر سخت تنبیہ فرماتے ہیں:

اسٹیج پر تقریر و نعت خوانی کے دوران پان یا چائے شغل کرنا بُرا ہے، اور تلاوتِ قرآن کے دوران تالِی کے لیے خلافِ اَوْلیٰ اور سامع کے لیے ناجائز و حرام ہے۔ خطبہ و وعظ کا حکم بھی دیگر خطبات کی طرح ہے؛ اس کے دوران سامعین کے لیے چائے وغیرہ پینا ناجائز ہے۔ [فتاویٰ تاج الشریعہ، جلد ۹، صفحہ ۱۴۷، طبع: جامعۃ الرضا]

لہٰذا منتظمینِ جلسہ سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اگر کوئی شخص اسٹیج پر ایسی غیر موزوں حرکات کرے تو اسے وہیں روک دیں، تاکہ حرمتِ منبر پامال نہ ہو اور مجلس کا تقدس برقرار رہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں منبر و محراب کے آداب سمجھنے اور ان مجالس کو حقیقی معنوں میں دین و سنّت کی خدمت کا وسیلہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

نقابت کا حقدار کون؟ اور نقیب کی ذمہ داریاں

آج کے دور میں نقابت اپنی اصل روح اور دینی وقار سے بہت دور جاچکی ہے۔ اس منصب کو ایسے افراد نے اپنا کاروبار بنالیا ہے جنہیں نہ علم کی پہچان ہے، نہ ادب کی سوجھ بوجھ، نہ محفل کی حرمت کا شعور۔ بھاری نذرانے لے کر آنے والے بعض نوٹنکی مزاج نقیب محفل میں داخل ہوتے ہی آدھے سے زیادہ وقت اپنا گلا پھاڑنے، مصنوعی جوش دکھانے اور بے ربط جملوں کی گردان میں ضائع کر دیتے ہیں۔

افسوس کہ وہ خود کو محفل کا محور سمجھتے ہیں، جبکہ حقیقت میں وہ محفل کے وقار کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ جس شاعر یا خطیب کا تعارف کرواتے ہیں، اس کے علمی مقام اور پس منظر سے ناآشنا ہوتے ہوئے اس پر بے شمار القاب کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں، جو جھوٹ بھی ہوتا ہے اور اہانت بھی۔ اسٹیج پر نقیب کے لیے واہ واہ کی چیخیں، بے جا قہقہے، لچر انداز، بے موقع اشعار، اور ہجوم کو بار بار ہاتھ اٹھوانے جیسے بازاری انداز سراسر غیر مہذب اور غیر شرعی ہیں۔

یہ طرزِ نقابت روحانی محافل کو غلغلہ و تماشا بنا دیتا ہے اور دین کے وقار کو سب سے زیادہ مجروح کرتا ہے۔ نقابت کا منصب اس لیے نہیں کہ کوئی شخص مائیک پر اپنی گلا بازی دکھائے، یا دین کے مقدس اجتماع کو کھیل تماشے کی صورت دے۔ بلکہ اس منصب کا مقصد محفل کے نظم وضبط کو قائم رکھنا، ادب کو عام کرنا اور محفل کو علمی، دینی اور روحانی اثرات کے لیے ہموار کرنا تھا۔

اسی بگاڑ کے ازالے کے لیے ضروری ہے کہ نقابت کے صحیح تصور کو بیان کیا جائے، تاکہ محافل کو دوبارہ اپنی اصلی روح اور شان مل سکے۔

نقابت کا حقدار کون؟

نقابت کا حقدار وہی شخص ہے جو صحیح العقیدہ، دین شناس، سنجیدہ اور باوقار ہو۔ نقیب میں بنیادی طور پر علمِ دین کا ابتدائی شعور ہو، تاکہ کم سے کم یہ جان سکے کہ محفل میں کیا کہا جا رہا ہے اور کیا نہیں کہا جانا چاہیے۔ اس کی گفتگو مہذب، معتدل اور شائستہ ہو؛ آواز میں نرمی ہو، لہجے میں سچائی ہو اور انداز میں وقار ہو۔

وہ کسی بھی حال میں محفل کا وقت ضائع نہ کرے، نہ خود کو نمایاں کرنے کی کوشش کرے، نہ محفل کو ہنسی مذاق کا اسٹیج بنائے۔ نقیب ایسا ہو جو علمائے کرام، نعت خواں حضرات اور مقررین کے مقام کو سمجھے، ان کے تعارف میں بے جا مبالغہ نہ کرے، القاب کی بھرمار سے بچے، اور ہر لفظ تول کر بولے۔

اسی کے ساتھ نقیب کے لیے لازم ہے کہ اس کی زندگی کی ظاہری حالت بھی شرعی آداب کے مطابق ہو۔ وہ سنتِ رسول ﷺ کا احترام کرنے والا، دین کے تقدس کا پاس دار، اور محفل کے وقار کو ہمیشہ مقدم رکھنے والا ہو۔ جو شخص شہرت، پیسے، تالیوں اور واہ واہ کے چکر میں پڑ جاتا ہے، وہ نقابت کا اہل نہیں رہتا۔

نقیب کی ذمہ داریاں

نقیب کی اصل ذمہ داری یہ ہے کہ وہ محفل کو منظم رکھے، اس کے بہاؤ کو ہموار کرے، اور اس کے تقدس کا محافظ بن کر کھڑا رہے۔ اسے چاہیے کہ مختصر، سلیس اور بامقصد انداز میں مقرر یا نعت خواں کو دعوت دے اور پھر اپنی ذات کو پیچھے رکھ کر فوراً محفل کا حال اگلے مقرر کے حوالے کر دے۔

نقیب کسی بھی حال میں محفل کو اپنی تقریری مہارت یا آواز کے مظاہرے کا میدان نہ بنائے۔ اس کی ذمہ داری ہے کہ محفل میں اگر کوئی غلط بات، بے ادبی، مبالغہ یا خلافِ شرع جملہ ادا ہو تو حکمت کے ساتھ فوراً اس کا سدباب کرے۔ اسٹیج پر بیٹھے افراد کی نگرانی بھی اسی کے ذمے ہے کہ کوئی شخص بے ادبی، غیر سنجیدگی، ہنسی مذاق، موبائل بازی، کھانے پینے، یا تماشا گری میں مبتلا نہ ہو۔

نقیب کی زبان میں نعرہ بازی، چیخ پکار، مصنوعی جذبات یا بے مقصد تکرار نہیں ہونی چاہیے۔ اس کا مقصد محفل کو جوڑ کر رکھنا ہے، نہ کہ اسے انتشار کا شکار کرنا۔ ایک اچھا نقیب محفل کو سنجیدگی، ادب، روحانیت اور سکون دیتا ہے؛ جبکہ نااہل نقیب محفل کا تقدس چھین لیتے ہیں۔

نقیب کی اصل شان یہی ہے کہ وہ محفل کو علمی روشنی، روحانی فضا اور باوقار نظام کے لیے ہموار کرے۔ جو نقیب اس ذمہ داری کو پورا نہ کر سکے، وہ محفل کا خیر خواہ

نہیں بلکہ نقصان پہنچانے والا ہے۔

بعض نقبا میں ایک نہایت قبیح اور شنیع عادت پائی جاتی ہے کہ جب بھی اُن کے ہاتھ میں مائک آتا ہے تو خطیب کی خطابت یا شاعر کی شاعری پر تبصرے اور تعریفوں کی بارش شروع کر دیتے ہیں اور وہ بھی ایسی مبالغہ آرائی کے ساتھ کہ حقیقت اس کا ساتھ نہیں دیتی۔

حالاں کہ یہ طرزِ عمل نقیب کے منصب کے سراسر خلاف ہے۔

نقیب کا کام صرف یہ ہے کہ جب کسی مقرر، قاری یا نعت خواں کا نام لیا جائے تو مختصر طور پر اس کا تعارف یا نام ذکر کر کے فوراً بیٹھ جائے۔

محض اتنا کافی ہے کہ وہ سامعین کو یہ بتا دے: اب آپ کے سامنے نعت / تقریر کے لیے فلاں صاحب تشریف لا رہے ہیں

بس! اس کے بعد نہ ضرورت ہے کسی تعریف کی، نہ غیر ضروری گفتگو کی۔

اپنی طرف سے طویل تبصرے کرنا، القاب پر القاب بولنا اور محفل کا وقت ضائع کرنا، یہ سب ایک نقیب کے لیے ناپسندیدہ، غیر مناسب اور مہذب محفلوں کے آداب کے خلاف ہے۔

یاد رکھیں:

ایک کامیاب محفل وہی ہوتی ہے جس میں نقیب اپنی حدود میں رہ کر محفل کی روانی برقرار رکھے، نہ کہ خود محفل کا مرکز بننے کی کوشش کرے۔

خطباو مقررین کی ذمہ داری

خطبا کو چاہیے کہ وہ اپنی تقریروں میں علمی گہرائی، قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور اقوال فقہاء کو دلیل کے طور پر پیش کریں۔

تقریر کا لہجہ نرم اور قابلِ فہم ہو، چیخنے چلانے اور سخت الفاظ سے پرہیز کیا جائے۔ یہ نہ بھولیں کہ درسگاہوں میں طلبہ کو اسی نرمی اور وضاحت سے پڑھایا جاتا ہے۔

ذاتی تعریف، کرامات کی مبالغہ آرائی اور لایعنی قصص بیانی سے گریز کیا جائے۔

اپنی نیت کو خالص اللہ کے لیے رکھیں، مال و شہرت کی لالچ سے بچیں۔

عصرِ حاضر میں خطابت اور موضوعات کا انتخاب

دینی اجتماعات کا مقصد محض رسم نبھانا یا جذبات کو بھڑکانا نہیں، بلکہ علم، حکمت اور عملی اصلاح ہونا چاہیے۔ یہ امر افسوسناک ہے کہ ہمارے ہاں جلسوں کے منتظمین مقررین کو موضوعات دینے کا اہتمام کم کرتے ہیں، اور جب مقررین کو مقامی برائیوں کی نشاندہی پر زور دیا جاتا ہے تو وہ بعض اوقات انکار کر دیتے ہیں یا بغیر کسی فکری گہرائی کے صرف شور و غُل پر مبنی خطاب کرتے ہیں۔ یہ رویہ اس عظیم منصب (خطابت) کی توہین اور تزکیۂ مجالس کے مقصد کے خلاف ہے۔

ایک ذمہ دار خطیب کا فرض ہے کہ وہ جلسے کے عنوان، مقام کی ضرورت اور سامعین کے ذہنی معیار کو مد نظر رکھ کر اپنے خطاب کا انتخاب کرے۔ بے جا شور اور طبل جنگ کی سی آواز سے قریبی شخص بھی پیغام سمجھ نہیں پاتا، تو پھر دلوں کی اصلاح کیسے ممکن ہو گی؟ لہٰذا، اصلاح کی غرض سے، ہم ذیل میں کچھ عام اور اہم دینی جلسوں کے نام اور ان کے تحت ذیلی عنوانات پیش کر رہے ہیں تاکہ مقررین اپنے خطاب کو مؤثر، بامقصد اور نتیجہ خیز بنا سکیں۔

اہم دینی جلسوں کے لیے موضوعات اور ذیلی عنوانات

(ا) ایمان و عقائد کانفرنس

- ❖ ایمانِ مفصل اور ایمانِ مجمل کی تشریح
- ❖ توحیدِ خالص کا مفہوم اور شرک کی وضاحت
- ❖ نظریۂ آخرت اور اس کے عملی اثرات
- ❖ تقدیر (قضاو قدر) پر ایمان کا فلسفہ
- ❖ ایمان میں پختگی کیسے لائیں؟ (تزکیۂ نفس کی اہمیت)
- ❖ ملائکہ، آسمانی کتابوں اور انبیاء پر ایمان
- ❖ معجزات اور کرامات پر اعتراضات کا رد
- ❖ نبی ﷺ کی شفاعت اور اختیار پر بحث

❖ زندگی میں عقائد کی پختگی کے فوائد

❖ غائب پر ایمان اور دلائل کی ضرورت

❖ مرنے کے بعد کی زندگی (برزخ) اور قیامت کی نشانیاں

❖ دورِ جدید کے شکوک و شبہات کا مدلل جواب

(۲) حقانیت اسلام کانفرنس

❖ اسلام: ایک آفاقی اور مکمل ضابطۂ حیات

❖ قرآن مجید کی حقانیت اور اس کا چیلنج (اعجازِ قرآن)

❖ ختم نبوت اور نبی اکرم ﷺ کی آفاقی شخصیت کا اثبات

❖ اسلامی تعلیمات میں عقل و فطرت کی مطابقت

❖ اسلامی معاشرتی و معاشی نظام کا تقابلی جائزہ

❖ جدید سائنس اور قرآن کے انکشافات میں ہم آہنگی

❖ غیر مسلم دانشوروں اور مؤرخین کی نظر میں اسلام کی سچائی

❖ انسانی حقوق کا تصور: اسلام اور مغربی فلسفے کا فرق

❖ اسلام کی تاریخ اور اس کے مثبت انقلابی اثرات

❖ اسلامی عقائد کا دیگر ادیان سے تقابلی تجزیہ

❖ اسلامی اخلاقیات کی برتری اور معاشرتی امن کا ضامن

❖ توحید کی حقیقت اور شرک کی تردید مدلل انداز میں

❖ اسلام کے خلاف ملحدین کے اعتراضات کے تشفی بخش جوابات

(۳) جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

❖ حضور ﷺ کا بچپن اور جوانی: مثالی کردار کی جھلکیاں

❖ حضور ﷺ قبل نبوت و بعد نبوت کے حالات: اسوۂ حسنہ کے عملی پہلو

❖ حضور ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں: عالمگیر رحمت کا فلسفہ

❖ حضور ﷺ اور دین اسلام کی نشر و اشاعت: تبلیغ کے حکیمانہ طریقے

❖ فضائلِ مصطفیٰ ﷺ: قرآن و حدیث کی روشنی میں

❖ معجزاتِ نبوی ﷺ: نبوت کی سچائی کی دلیل

❖ حضور ﷺ بحیثیت معلمِ انسانیت: تعلیم و تربیت کے زریں اصول

❖ آدابِ محبتِ رسول ﷺ: عملی زندگی میں عشقِ مصطفیٰ کا اظہار

❖ اتباعِ سنت کی اہمیت اور تقاضے: سنت کی پابندی ہی نجات کی ضمانت

❖ عید میلاد النبی ﷺ کا جواز اور برکات: سلف صالحین کی نظر میں

❖ حضور ﷺ کا نظامِ معیشت اور معاشرتی انصاف

(۴) تحفظ ناموس رسالت کانفرنس

❖ ناموسِ رسالت کا مفہوم اور شرعی حیثیت

- ❖ قرآن و سنت کی روشنی میں توہین رسالت کا حکم
- ❖ محبتِ رسول ﷺ ایمان کا جزوِ لازم: قرآن کی نگاہ میں
- ❖ ناموس رسالت کی حفاظت میں صحابہ کرام کا کردار
- ❖ عالمی سطح پر گستاخی کے محرکات اور ان کا مقابلہ
- ❖ دفاعِ ناموس رسالت کے لیے علمی و تحقیقی میدان میں جُہد
- ❖ موجودہ دور میں سوشل میڈیا اور ناموس رسالت کا تحفظ
- ❖ اسلامی ریاست میں ناموس رسالت کے قوانین کا نفاذ
- ❖ گستاخی کے رد میں حکمت اور صبر کا دامن تھامنا
- ❖ حضور ﷺ کے حُسنِ اخلاق کو دنیا کے سامنے پیش کرنا
- ❖ اہانت رسالت کے خلاف پر امن اور قانونی جد وجہد

(۵) شان اہلِ بیت کانفرنس

- ❖ اہلِ بیت کرام کا تعارف اور ان کا مقام
- ❖ اہلِ بیت میں کون کون لوگ ہیں؟
- ❖ قرآن و سنت کی روشنی میں اہلِ بیت سے محبت کی فضیلت
- ❖ اُمہات المومنین اور ان کے فضائل و مناقب
- ❖ سیدہ فاطمہ الزہراء کا علمی، اخلاقی اور گھریلو کردار

- ❖ شان حضرت علی رضی اللہ عنہ
- ❖ حضرت امام حسن اور امام حسین کی عظمت اور قربانی
- ❖ اہلِ بیت کا علم اور اجتہادی مقام
- ❖ اہلِ بیت اور صحابہ کرام کے درمیان تعلقات
- ❖ ساداتِ کرام کا احترام اور ان سے نسبت کا شرف
- ❖ واقعہ کربلا کا مقصد اور اس کا پیغام
- ❖ اہلِ بیت کی زندگیوں میں سادگی اور زُہد
- ❖ اہلِ بیت پر کیے جانے والے اعتراضات کا علمی رد
- ❖ اہلِ بیت کی محبت: عشقِ رسول کا عکس
- ❖ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری اور احترام سادات

(٦) سیرتِ صحابہ و اہلِ بیت کانفرنس

- ❖ صحابہ کرام: تربیتِ نبوی ﷺ کا عملی نمونہ
- ❖ خلافت راشدہ کی مثالی حکمرانی
- ❖ حضرت علی اور اہل بیت کا علم اور شجاعت
- ❖ حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمہ کی سیرتِ طیبہ
- ❖ محبتِ اہلِ بیت ایمان کا تقاضا

❖ صحابہ و اہلِ بیت کے باہمی تعلقات اور اتحاد کی مثالیں
❖ کرامات صحابہ اور سلف صالحین کا مقام
❖ حقوقِ صحابہ اور ان پر زبان درازی کی ممانعت
❖ سیدنا حضرت حسین اور کربلا کا پیغام
❖ خلفائے راشدین کے فیصلے اور عدالتی نظام
❖ مہاجرین و انصار کا ایثار و قربانی کا جذبہ
❖ سیرت عائشہ صدیقہ: علمی اور فقہی خدمات

(۷) سیرت صحابیات و خواتین اسلام کانفرنس

❖ اسلام میں عورت کا مقام اور اس کی اہمیت
❖ سیرتِ اُمہات المومنین: تعلیم و تربیت کا مرکز
❖ سیدہ خدیجہ الکبریٰ: تجارت، وفا اور ابتدائی اسلام میں کردار
❖ سیدہ عائشہ صدیقہ: علمی خدمات اور فقہ میں مقام
❖ پردہ اور حیا کی اہمیت: موجودہ دور میں اس پر عمل
❖ والدہ، بیوی اور بیٹی کے طور پر عورت کی ذمہ داریاں
❖ جہاد اور دفاعِ دین میں صحابیات کا عملی کردار
❖ وراثت اور دیگر معاملات میں خواتین کے مالی حقوق

❖ گھریلو تشدد اور معاشرتی ناانصافی کے خلاف اسلامی احکام
❖ مروجہ فیشن اور اسلامی لباس میں فرق
❖ خواتین کی تعلیم اور ان کا معاشرتی کردار
❖ سیدہ فاطمہ الزہراء کی سادگی اور صبر

(۹) تصوف کانفرنس

❖ تصوف کا شرعی مفہوم: احسان اور اخلاص
❖ تصوف کی حقیقت: شریعت کے دائرے میں طریقت
❖ اہل تصوف کا تعارف
❖ تزکیۂ نفس کی اہمیت: دل کی صفائی اور روحانی بیماریاں
❖ مرشدِ کامل کے اوصاف اور مرید کے آداب
❖ ذکر و فکر کی فضیلت اور ان کے عملی طریقے
❖ خانقاہی نظام کا مقصد اور اس میں پیدا ہونے والے انحرافات
❖ کرامت اور استقامت: شریعت پر عمل کی فضیلت
❖ ریاضت اور مجاہدہ کا صحیح طریقہ
❖ اہلِ تصوف کی خدمات: علم و عمل کا امتزاج
❖ صوفیاء کی نظر میں دنیا کی حقیقت

- ❖ فنافی الشیخ اور فنافی الرسول کا مفہوم: حقیقت اور گمراہی میں فرق
- ❖ سلسلہ طریقت کا انتخاب: بیعت کرنے کے شرائط اور آداب مرشد
- ❖ عرس اور فاتحہ کا جواز اور شرعی حدود
- ❖ اولیاء اللہ کا توسل اور ان سے نسبت کا فائدہ

(۸) جشن غوث الوریٰ

- ❖ سیدنا غوث اعظم کی علمی و روحانی شخصیت
- ❖ غوث اعظم کی تربیت اور بچپن کا زمانہ
- ❖ بغداد میں تدریس اور وعظ کا آغاز: تعلیمات کا مرکز
- ❖ غوث اعظم کی مجالسِ وعظ کی تاثیر اور انقلابی روح
- ❖ سیرتِ غوث اعظم میں اتباعِ شریعت کی اہمیت
- ❖ تصوف کا صحیح مفہوم اور غوث اعظم کا کردار
- ❖ تزکیہ نفس اور اخلاص کی تعلیمات: "فتوح الغیب" کی روشنی میں
- ❖ اولیاء اللہ سے محبت اور ان کا توسل کیوں؟
- ❖ غوث اعظم اور خدمتِ خلق کا عملی نمونہ
- ❖ کراماتِ اولیاء حق ہیں: اس کا مقصد اور حدود
- ❖ غوث اعظم کی سچائی اور توبہ کی ترغیب

❖ غوث اعظم کے عرس کا جواز اور طریقہ کار

(۱۰) جشن اعلیٰ حضرت

❖ اعلیٰ حضرت کی علمی خدمات: فقہ، حدیث اور کلام میں مقام

❖ مسلک اعلیٰ حضرت کا مفہوم: حقیقت میں مسلک اہل سنت و جماعت

❖ محبتِ رسول ﷺ کی ترویج اور دفاعِ مسلکِ حق

❖ اعلیٰ حضرت کا عشقِ رسول ﷺ اور عشقِ صحابہ و اہلِ بیت

❖ احترام سادات و شان سادات بزبان اعلی حضرت فاضل بریلوی

❖ شرک و بدعت کے خلاف اعلیٰ حضرت کی مؤثر جدوجہد

❖ اعلیٰ حضرت کا فتاویٰ رضویہ: عصر حاضر میں اس کی اہمیت

❖ بدعاتِ سیئہ اور بدعاتِ حسنہ میں تمیز کا معیار

❖ علماء و صلحاء کے ادب و احترام پر اعلیٰ حضرت کا زور

❖ ملک و قوم کی خدمت میں اعلیٰ حضرت کا کردار

❖ اعلیٰ حضرت کی شاعری (حدائق بخشش) اور اس کا پیغام

❖ اہلِ سنت کے عقائد پر مضبوطی اور استقامت

❖ مسلک اعلیٰ حضرت پر اعتراضات کا علمی رد

(۱۱) تحفظ شریعت و اصلاح معاشرہ کانفرنس

- ❖ شریعت اسلامی کی اہمیت اور اس کی ضرورت
- ❖ طلاق کے شرعی قوانین اور معاشرے میں طلاق کی روک تھام
- ❖ حقوق نسواں اور دین اسلام کا عادلانہ نظام
- ❖ دہشت گردی اور انتہا پسندی کا اسلام سے تعلق نہیں
- ❖ شراب، سُود اور جُوا جیسی لعنتوں سے دوری کے عملی اقدامات
- ❖ معاشرتی ذمہ داریاں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر
- ❖ معاشرے میں پائی جانے والی رسومات اور ان کی اصلاح
- ❖ عائلی زندگی میں باہمی حقوق اور فرائض
- ❖ جھوٹ، غیبت اور چغلی کی تباہ کاریاں
- ❖ نوجوانوں کی بے راہ روی اور اس کے سدِباب کے لیے والدین کا کردار
- ❖ اسلامی لباس اور حیا کی اہمیت
- ❖ عدل و انصاف اور اسلام کا معاشی نظام

(۱۲) معرفت حقوق اللہ و حقوق العباد کانفرنس

- ❖ حقوق اللہ کا مفہوم: عبادات اور فرائض کی پابندی
- ❖ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی روحانی و عملی اہمیت

- ❖ حقوق العباد کی اہمیت: قرآن و حدیث میں تاکید
- ❖ پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے حقوق اور ان کی ادائیگی
- ❖ ملازمین، مزدوروں اور زیر دستوں کے حقوق کی حفاظت
- ❖ مالی معاملات میں دیانت داری اور سُود سے اجتناب
- ❖ معاشرتی سطح پر دوسروں کی عزت و آبرو کا خیال رکھنا
- ❖ حقوق کی تلفی: دنیاو آخرت میں اس کے نتائج
- ❖ قرض کے معاملات میں شرعی احکام اور وعدے کی پاسداری
- ❖ حکومتی حقوق اور ملک سے وفاداری کا اسلامی تصور
- ❖ حقوق کی ادائیگی سے معاشرے میں امن و سکون

(۱۳) اتحادِ امت اور اخوتِ اسلامی کانفرنس

- ❖ اتحاد امت کی اہمیت قرآن و حدیث کی روشنی میں
- ❖ افتراق و اختلاف کے اسباب اور ان کا سدِ باب
- ❖ اختلافی مسائل میں اعتدال اور رواداری کا رویہ
- ❖ فرقہ واریت کا خاتمہ: علماء کی مشترکہ ذمہ داری
- ❖ حقوقِ مسلم اور اخوتِ اسلامی کا تصور
- ❖ نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق: مسلمان بھائی بھائی ہیں

- ❖ مسلم ممالک کو درپیش اتحاد کے چیلنجز
- ❖ شیطانی سازشوں اور دشمنانِ اسلام کی چالوں کا مقابلہ
- ❖ متفق علیہ اصولوں پر یکجا ہونا وقت کی ضرورت
- ❖ امام اعظم ابو حنیفہ اور دیگر ائمہ کا باہمی احترام
- ❖ اجتماعی کوششوں اور فلاحی کاموں میں تعاون
- ❖ معاشرتی سطح پر مسلمانوں میں اتحاد کی عملی صورتیں

(۱۴) تعلیم وتربیت اولاد کانفرنس

- ❖ والدین کی ذمہ داریاں قرآن وسنت کی روشنی میں
- ❖ بچوں کی دینی اور اخلاقی تربیت کے اہم اصول
- ❖ عصرِ حاضر میں بچوں کے لیے تعلیمی نظام کا انتخاب
- ❖ بچوں کو اسلامی تاریخ اور اقدار سے جوڑنا
- ❖ حقوق والدین و اولاد و زوجین و اساتذہ
- ❖ فلم، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کا مثبت و منفی استعمال
- ❖ والدین اور اولاد کے درمیان اعتماد کا رشتہ کیسے بنائیں؟
- ❖ سلف صالحین کے بچوں کی تربیت کے طریقے
- ❖ نوجوانوں کو عملی زندگی کے چیلنجز کے لیے تیار کرنا

- ❖ بچوں کی غلطیوں پر ڈانٹ کی بجائے اصلاح کا طریقہ
- ❖ گھر کا ماحول: ایک اسلامی درس گاہ
- ❖ والدین کا رول ماڈل (مثال) ہونا کیوں ضروری ہے؟

توجہ بہ طور خاص

ہر جلسے کے لیے مختلف نوعیت کے موضوعات شامل کر دیے ہیں تاکہ مقرر حضرات کو عملی اصلاح، فقہی رہنمائی، علمی تحقیق، اور روحانی ارتقاء سے متعلق مواد میسر آسکے۔

واضح رہے کہ اوپر دیے گئے تمام موضوعات اور ذیلی عنوانات کا مقصد صرف مقررین کی رہنمائی اور ان کی خطاب کی سمت کو متعین کرنا ہے۔ آپ ان عنوانات کے پابند نہیں ہیں۔

آپ چونکہ منبر و محراب کے امین ہیں اور مقامی حالات سے بہتر واقفیت رکھتے ہیں، لہٰذا آپ کو مکمل آزادی ہے کہ اگر آپ جلسے کے موقع و محل اور سامعین کی ضرورت کے مطابق ان موضوعات سے بھی زیادہ مؤثر، مفید، اور بہتر کوئی موضوع پاتے ہیں، یا آپ کے پاس کوئی ایسا مسئلہ ہے جو فوری طور پر اصلاح کا متقاضی ہے، تو آپ بلا جھجک اس بہترین موضوع کو اپنا کر بھرپور تقریر فرمائیں۔

مقصد صرف یہی ہے کہ آپ کا وعظ و خطاب بے مقصد نہ ہو، بلکہ عملی اصلاح، دینی بصیرت، اور تزکیۂ باطن کا ذریعہ بنے۔

نعت خواں اور موجودہ طرزِ عمل

نعت گوئی اور نعت خوانی اردو ادب و معاشرے میں ہمیشہ سے عظمت، ادب اور روحانی لطافت کے ساتھ وابستہ رہی ہے۔ یہ محض ایک صنف سخن نہیں بلکہ ایک نسبت ہے، جو اپنے ساتھ احتیاط، ادب اور ذمہ داری کا مطالبہ کرتی ہے۔ نعت کے الفاظ وہ نہیں جو صرف زبان سے ادا ہوں، بلکہ وہ ہیں جو دل پر ثبت ہو کر سامع کے ایمان کو تازگی بخشیں اور محبت مصطفیٰ ﷺ کو مضبوط کریں۔

لیکن عصر حاضر میں یہ حقیقت تلخ مگر ناقابل انکار ہے کہ نعت خوانی کا انداز اپنی اصل سنجیدگی، آداب اور روحانیت سے رفتہ رفتہ دور ہوتا جارہا ہے۔ بہت سے نعت خوان اور شعرا، خواہ جذبہ خالص ہو یا شہرت کا داعیہ، اس میدان میں ایسے اسلوب کو اختیار کرتے جارہے ہیں جس میں آواز کا بانکپن، اسٹیج کا ماحول، ہاتھوں کا اشارہ، سامعین کی واہ واہ اور مائیک کی گونج گویا مقصود بن چکی ہے، اور نعت ثانوی حیثیت اختیار کرلیتی ہے۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض تقریبات میں نعت کے نام پر ایسے انداز اختیار کیے جاتے ہیں جو موسیقیت سے قریب اور خشوع و ادب سے دور ہیں۔ کہیں شاعر، نعت سے زیادہ اپنے اشعار، فن اور حاضری پر فخر محسوس کرتا ہے؛ کہیں اسٹیج کو مقام شہرت سمجھ کر اس کے سامنے ادب کے بجائے پرفارمنس پیش کرتا ہے۔

نازیبا طرز قرات، بے محابا انداز ادائیگی، سامعین کو بار بار نعرہ لگوانا یا جذباتی کیفیات کو زبردستی بھڑکانا، یہ سب وہ امور ہیں جنہوں نے نعت کے تقدس کو متاثر کیا ہے۔

مزید افسوس ناک منظر وہ ہے جہاں بعض نعت خواں حضرات دین یا ایمان کے پیغام پر کم، جبکہ دنیا دار افراد، سیاسی شخصیات یا جلسوں کے معاونین کی مدح سرائی پر زیادہ وقت صرف کرتے ہیں۔ یہ طرز نہ فقط نعت کی روح کے خلاف ہے بلکہ شریعت بھی اسے ناپسند کرتی ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ نعت خوانی کو دوبارہ اس کے اصل معیار، علم، ادب، احتیاط، عقیدہ اور اخلاص کے تابع کیا جائے، اور فن کو بازار یا محفل کا ساز نہیں، بلکہ شریعت کی نگہبانی میں محبت رسول ﷺ کی زبان بنایا جائے۔

نعت خواں اور شعرا کی ذمہ داریاں

نعت گوئی و نعت خوانی کو محض فن یا مشغلہ نہیں بلکہ امانت سمجھا جائے۔

کلام کے انتخاب میں عقیدہ، ادب اور شرعی جامعیت کو لازم ملحوظ رکھا جائے۔

لہجے، انداز اور آواز میں وقار اور سنجیدگی برقرار ہو۔

محفل کے دوران غیر ضروری حرکات، اسٹیج پر چکر کاٹنے، مصنوعی انداز اختیار کرنے اور خود نمائی سے اجتناب کیا جائے۔

نعت میں فاسق، دنیادار یا غیر شرعی شخصیات کی تعریف سے شدید پرہیز کیا جائے؛

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إن الله يغضب إذا مدح الفاسق الأرض.

جب زمین پر فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوتا ہے۔

(شعب الایمان، حفظ اللسان عمالایحتاج إلیہ، ج:٦، ص:٥١١، الحدیث ۴۵۴۴، طبع: مکتبہ الرشد)

اہلِ دل، اہلِ علم اور سلف کے کلام کو ترجیح دی جائے اور ایسے کلام سے اجتناب کیا جائے جو عقیدے یا ادب کے خلاف ہو۔

مقصد یہ نہ ہو کہ لوگ داد دیں، بلکہ یہ ہو کہ دلوں میں نسبت مصطفیٰ ﷺ جاگ اٹھے۔

آخری بات

نعت خوانی ایک خوش بختی ہے، مگر صرف اُس کے لیے جو اسے ادب کے ساتھ اپنائے، احتیاط کے ساتھ ادا کرے اور اخلاص کے ساتھ سنوارے۔

وگرنہ یہی نسبت قیامت کے دن مواخذہ بھی بن سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام نعت خوانوں اور شعرائے نعت کو وہ ادب مصطفیٰ ﷺ عطا فرمائے جو زبانوں سے پہلے دلوں میں اُترتا ہے۔

خانقاہی نظام کا زوال، ایک المیہ اور لمحۂ فکریہ

خانقاہ... یہ لفظ سنتے ہی دل و دماغ میں ایک نورانی تصور ابھرتا ہے: خشیتِ الٰہی، فقر و قناعت، زہد و ورع، مجاہدہ و ریاضت اور دلوں کی اصلاح کی روشنی۔ خانقاہیں وہ مقدس مراکز تھیں جہاں اللہ والوں نے دنیا کی چکاچوند سے منہ موڑ کر اپنی زندگی کو تزکیۂ نفس، خدمتِ دین اور قوتِ باطن کی آبیاری کے لیے وقف کیا تھا۔ یہاں نہ جاہ و منصب کی حرص تھی، نہ شہرت و نمود کی چاہ۔ مقصد صرف دلوں کی اصلاح، روحوں کی تربیت اور خوفِ خدا کی نمی سے باطن کو سیراب کرنا تھا۔ بزرگانِ دین کی خانقاہیں دنیا کے بازاروں کی توسیع نہیں بلکہ آخرت کے مسافروں کے لیے منزلِ سکون اور تربیت کا مرکز تھیں۔

شیخ کی نگرانی میں مریدین کو نفوس کے بگڑتے زاویوں سے درست کیا جاتا۔ جہاں مقصد قلب کا جِلا، باطن کی صفائی اور نفس کا فنا ہونا تھا، وہاں مریدین محض ظاہری عبادت نہیں بلکہ باطنی تزکیہ اور اخلاقی بلندی کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ خانقاہیں علم و عمل، فکر و ریاضت، اور عشقِ الٰہی کا گہوارہ تھیں۔

مگر افسوس، آج کا منظر نامہ افسوسناک اور لمحۂ فکریہ ہے۔ کئی خانقاہیں اللہ کے فضل سے بچی تو ہیں مگر ان کی اصل روح غائب ہو چکی ہے۔ تزکیہ و تصفیہ کی جگہ نمود و نمایش نے لے لی ہے۔ آج بعض خانقاہیں روحانی مراکز کی بجائے سیاسی اثر و رسوخ، مالی طاقت اور

سوشل میڈیا شہرت کے اڈے بنتی جا رہی ہیں۔ یہ زوال کئی شکلوں میں ظاہر ہو رہا ہے:

❖ مادی عیش پرستی: جہاں کبھی چٹائی بچھتی تھی، آج سنگِ مرمر کے ہال بن گئے۔ جہاں سوکھی روٹی تھی، آج انواع و اقسام کے دستر خوان ہیں۔ مجاہدہ کی جگہ آرام و آسائش نے لے لی ہے۔

❖ نمائشی تبلیغ: جہاں کبھی گریہ وزاری تھی، آج لائٹنگ، اسٹیجنگ اور فوٹو شوٹ ہیں۔ خانقاہی حضرات کی شاہانہ زندگی، مہنگی گاڑیاں، عالی شان بنگلے اور دنیاوی عزت و وقار کو طرہ امتیاز سمجھا جانے لگا ہے۔

❖ تبدیلیِ مقصد: یہ وہ زوال ہے جس نے خانقاہ کو روحانی مرکز نہیں بلکہ مسلکی اڈہ، سیاسی طاقت کا مرکز یا محض دنیا کمانے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ روحانی نسبت غیر شرعی اطاعت اور شخصیت پرستی میں تبدیل ہو چکی ہے۔

اوّلین صوفیاء کی زندگیوں کا جائزہ ہمیں سبق دیتا ہے کہ وہ اللہ کے تھے، اللہ ان کا تھا؛ وہ دین کے لیے جیتے تھے، دنیا ان کے پیچھے بھاگتی تھی۔ وہ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑتے، مایوس کو امید دیتے، اور گناہگار کو دروازے سے نہیں دھکیلتے تھے۔

آج صورت حال اس کے برعکس ہے: مرید مالدار ہو تو قرب، اور غریب ہو تو دوری۔ نسبت بے عمل کو شرافت دے رہی ہے، جبکہ نیک عمل بے نسبت کو مقام نہیں مل رہا۔ دین گویا تبلیغ نہیں، بلکہ وارثتی شجرے کی تشہیر بن گیا ہے۔

خانقاہ اور جلسہ جلوس: ذمہ داری اور انحراف کا میدان

دینی جلسہ جلوس اور محافلِ میلاد صدیوں سے اہل سنت کی تبلیغ کا اہم ذریعہ رہے ہیں، مگر آج ان کا معیار اور تاثیر خوفناک حد تک زوال پذیر ہے۔ جلسہ کوئی بھی ہو، نام کیسا بھی ہو، ہمارا انداز نہیں بدلا۔ جلسوں میں لفاظی، بے مطلب چیخ وپکار، آدھا گھنٹہ روداد سفر، اکثر وقت نقیب اور فضول کاموں میں صرف، اور آخر میں عوام کو ڈانٹنا کوسنا ہی دستور بن چکا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ تبلیغ دین کے ذرائع میں ایک بہت بڑا ذریعہ دینی جلسے تھے تو پچانوے فیصد سے زائد اپنا معیار کھو چکے ہیں۔ تمام فرقوں نے سنجیدگی سے اپنا نظریہ چند سالوں میں لوگوں میں منتقل کر دیا، جبکہ ہم پچاس سال میں بھی اپنے اصول لوگوں کو نہ سمجھا سکے، وجہ یہی غیر اصلاحی طرزِ خطاب اور غیر منظم جلسہ جلوس ہے۔

اہلِ خانقاہ اور پیرانِ کرام اس خرابی کی اصلاح کی بنیادی چابی ہیں۔ جب خانقاہی حضرات جلسوں اور محافل کی قیادت کرتے ہیں تو ان کا عمل ایک نمونہ ہونا چاہیے۔

❖ اصلاح کا آغاز خانقاہ سے: جس طرح صوفیائے کرام آئے دن مجالسِ دینیہ کا اہتمام کرتے تھے، جس میں وعظ و نصیحت، اذکار و اعمال سکھاتے، اور عملی طور پر اسے خود انجام دیتے، اسی طرز کو جلسوں میں لایا جائے۔

❖ عمل اور علم معیار ہو، شہرت نہیں: جب خانقاہ میں جلسہ ہو تو کسی مقرر کو اس کی شہرت یا خطابت کی بنا پر ہر گز دعوت نہ دی جائے، بلکہ اس کے علم اور عمل کو دیکھ کر دعوت دی جائے، کیونکہ یہی صاحب خانقاہ سے وفاداری کا ثبوت

ہے۔

- ❖ خاندان کی کرامات نہیں، عمل کی ترغیب: خانقاہی حضرات کا خطاب صرف خاندان کی کرامات یا شجرے کی تشہیر تک محدود نہ ہو، بلکہ توکل، صبر، استقامت اور حقیقی تزکیۂ نفس پر مبنی ہو۔
- ❖ سادگی اور پرہیزگاری: اہل اسٹیج کو چاہیے کہ وہ وقار، خاموشی اور سنجیدگی کے ساتھ بیٹھے رہیں، اور کسی بھی قسم کی لغو گفتگو، غیر ضروری ہنسی مذاق یا کھانے پینے کی چیزوں کے استعمال سے اجتناب کریں، جو محفل کے وقار کو مجروح کرتا ہے۔
- ❖ حکمت اور نرمی: لفاظی اور چیخ و پکار سے پرہیز کر کے نپے تلے، مدلل اور حکمت سے بھرپور انداز اپنایا جائے تاکہ اصلاح کا عمل مؤثر ہو۔
- ❖ طلب دنیا و شہرت کی خاطر کسی ایسے شخص کو دعوت نہ دی جائے جس کا عمل شرع شریف کے خلاف ہو، یا جو ہر باطل فرقے سے میل جول رکھتا ہو۔
- ❖ اہل خانقاہ کسی جلسہ میں جائیں تو ان کی خود کی کوشش ہونی چاہیے کہ ہماری وجہ سے منتظمین جلسہ کا زیادہ مال ضائع نہ ہو، اور نذرانہ سے خود کو دور رکھیں، کیوں کہ یہی اہل خانقاہ کو زیب دیتا ہے۔

لہٰذا لازم ہے کہ ہم اجتماعی طور پر اس بہائے ہوئے چشمے کو دوبارہ اصل رخ پر لائیں۔ زوال کا ماتم کرنے کے بجائے، ہمیں اصلاح کی بنیاد رکھنی ہو گی:

❖ منصبِ شیخی کا احیاء: پیران کرام کو اپنے اسلاف کے طرزِ زندگی کو اپنانا چاہیے، جو سادگی، زہد، تقویٰ، اور خدمتِ خلق پر مبنی تھا۔

❖ مالی حرص سے اجتناب: مالی حرص و طمع، عیش پرستی اور دنیاوی جاہ و حشمت سے اجتناب کیا جائے، اور غرباء اور عام لوگوں سے تعلق کو ترجیح دی جائے۔

❖ حقیقی تربیت: مریدین کی اصلاح و تربیت پر حقیقی توجہ دی جائے، نہ کہ محض بیعت اور نذرانوں کے حصول پر۔

❖ تبلیغ بطور مشقت: ماضی قریب کی شخصیات مثلاً مفتیٔ اعظم ہند شیخ مصطفی رضا خان نوری علیہ الرحمہ ، حضرت علامہ بدرالدین قادری علیہ الرحمہ جیسے مردانِ حق کا کردار یاد رکھنا ضروری ہے، جنہوں نے تبلیغ کو مشقت، خدمت اور قربانی کا نام بنایا، دیہی علاقوں میں پیدل یا بیل گاڑی پر سفر کر کے تبلیغ دین کا فریضہ سر انجام دیا، لہذا دیہات جہاں آج بھی جہالت ہے، وہاں تبلیغ کے لیے خانقاہی حضرات کا خود پہنچنا لازم ہے، نہ کہ صرف شہروں کے بڑے جلسوں تک محدود رہنا۔

ذیل میں چند واقعات درج ہیں، پڑھیے اور دور حاضر کا جائزہ لیجئے:

تذکرۂ محدث اعظم پاکستان میں ہے:

حضور مفتیٔ اعظم ہند اولا تو کسی سے نذرانہ قبول نہ فرماتے اور اگر یہ دیکھتے کہ نذرانہ نہ قبول کرنے میں پیش کرنے والے کی دل شکنی ہو رہی ہے تو قبول فرمالیتے اور اسے

واپس کرتے ہوئے ارشاد فرماتے کہ اب میں آپ کی نذر کرتا ہوں آپ میری طرف سے قبول فرمالیں۔

ایک مرتبہ جامعہ حمیدیہ بنارس کے جلسۂ دستار فضیلت کے موقع پر بذریعہ کار جبل پور سے تشریف لے گئے ارکان جامعہ نے سوچا کہ سینکڑوں کلو میٹر کا سفر کر کے تشریف لائے ہیں پٹرول وغیرہ کافی خرچ ہوا ہو گا۔ لہذا پانچ سو روپے کی رقم پیش کرنا چاہی۔ **ہزار کوشش کے باوجود آپ نے یہ نذر قبول نہ کی۔** لوگوں نے سوچا کہ اس طرح تو حضرت کا نقصان ہو گا تو مختلف لوگوں میں رقم تقسیم کر دی گئی یہ لوگ فرداً فرداً مصافحہ کرنے گئے اور نذرانہ پیش کرنے لگے **حضرت نے سب کی رقم قبول فرمانے کے بعد فرمایا میں اس رقم کو جامعہ کے لیے وقف کر رہا ہوں اس کی تعمیر میں اس کو صرف کر دیا جائے۔**

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی تقریب سنگ بنیاد پر آپ تشریف فرما ہوئے بنیاد رکھنے کے بعد دعا فرمائی سارے مجمع پر رقت انگیز کیفیت طاری ہو گئی محسوس ہونے لگا کہ ان شاء اللہ عمارت مکمل ہو گئی۔ تیسرے روز جب آپ واپس ہونے لگے تو علامہ ارشد القادری نے جامعہ کی طرف سے کچھ پیش کرنا چاہا حضرت مفتیٔ اعظم نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ ان کے منہ سے جلدی میں نکل گیا یہ کرایہ ہے۔ **حضرت نے فرمایا: میں کرایہ کا مولوی نہیں ہوں۔**

[تذکرۂ محدث اعظم پاکستان، ج:۱، ص:۱۰۸، طبع: ضیاء القرآن]

صوفی عبد الصمد قادری اورنگ آبادی ایک محب بدر ملت کا واقعہ نقل کرتے ہیں:

حضور بدر ملت علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضری دیتے ہوئے جب مجھے چند ماہ گزر گئے تو ایک بار کی حاضری پر حضرت نے دریافت فرمایا کہ بھائی آپ کو میرے پاس آتے جاتے

ہوئے اتنا روز گزر گیا کیا کبھی آپ اپنے گاؤں میں کسی سنی عالم دین کو بھی لے گئے؟ یہ سن کر اس غلام نے عرض کیا کہ حضور میرے گاؤں والے بہت غریب سنی ہیں۔ اس پر برجستہ حضور والا نے فرمایا کہ آپ اپنے گاؤں میں جا کر بتا دینا کہ **میں بھونا (چنا) چبا کر یعنی کھا کر بھی تقریر کرتا ہوں۔**

لہذا اپنے گاؤں پر پہنچنے کے بعد اس کا چرچہ کیا اور اس خبر سے غریب سنیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور دوسرے ہی روز محفل میلاد شریف منعقد کرنے کا انتظام کر لیا اور مجھے حضور والا کی خدمت میں دعوت دینے کے لیے براؤں شریف لوگوں نے روانہ کیا وہاں پر حضور والا کی خدمت میں دعوت پیش کیا، خندہ پیشانی سے قبول فرمایا، **اور نماز عصر سے فارغ ہو کر پیدل چل کر مغرب کے وقت میرے گاؤں تشریف لائے۔**

محفل پاک میں ایمان افروز بیان فرمایا بعد اختتام قیام گاہ پر مخصوص متعلقین کو **نماز و روزہ، زکوۃ و خیرات، دسواں بیسواں اور وضو و غسل** وغیرہ کے موٹے موٹے مسائل کی تعلیم دی اور آدھی رات سے زائد گزرنے کے بعد استراحت فرمایا اور فجر کی اذان سے قبل بیدار ہو گئے ضروریات سے فارغ ہو کر **نماز فجر باجماعت ادا فرمائی** اور مدرسے کی تعلیم کے اوقات سے قبل **بغیر نذرانہ لیے خوشی خوشی واپس ہو گئے اور اس کے بعد اسی طرح دوبارہ سہ بارہ کی دعوت قبول فرماتے رہے۔**

اسی طرح دوسرا واقعہ آپ علیہ الرحمہ کے شاگرد و مرید مولانا آدم صاحب رضوی نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ میری تحریک پر گاؤں والوں نے محفل میلاد شریف کا انتظام کیا حضرت علیہ الرحمہ کو مدعو کرنے کے بعد آپ کی ناسازئ طبیعت کے پیش نظر مدرسہ غوثیہ

(بڑھیا) سے آمد و رفت کے لیے ایک جیپ طے کر لیا۔ حضور والا میں حاضر ہو کر جب اس کی خبر پہنچائی تو آپ نے ہلکی سی ناراضگی ظاہر فرمایا اور فرمایا **کیا گاؤں میں لڑھیا یعنی بیل گاڑی نہیں ہے؟ اور غریب میزبانوں کے بار کا خیال فرماتے ہوئے جیپ والے کو منع کروا دیا اور بذریعہ بیل گاڑی ہی تشریف لائے۔**

ایک مرتبہ بانیٔ محفل معشوق علی بھائی نے غربت کے باعث **اپنے خستہ حال مکان کے اندر ٹوٹی پھوٹی چارپائی پر حضرت کے لیے بیٹھنے اور لیٹنے کا انتظام کیا** اس محفل میں کچھ سیٹھ لوگ بھی شریک رہے جب ان لوگوں نے حضرت علیہ رحمہ کو خستہ مکان اور چارپائی پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور اشارہ کنایہ میں عرض کیا حضور میرے گھر تشریف لے چلیں، وہاں سارا انتظام آپ کی موافق رہے گا، یہ سنتے ہی حضرت نے برہمی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ **میں مہمان اِن کا ہوں اور قیام آپ کے گھر کروں؟ ایسا نہیں ہو سکتا۔**

[مضامین بدر ملت، ص:۸۴،۸۶، طبع:رضا اکیڈمی]

یہ واقعات محض بیانات یا قصے نہیں، بلکہ فقر محمدی ﷺ، اخلاص نیت اور خدمت دین کے اصل مزاج کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں۔ یہ اس دور کی صدا ہیں جب دین کا کام تجارت نہیں، بلکہ عبادت سمجھا جاتا تھا۔

مفتی اعظم ہند کا نذرانہ لوٹا کر اسے جامعہ کے لیے وقف کر دینا، اور کرایہ کے بدلے یہ کہنا: "میں کرایہ کا مولوی نہیں ہوں" یہی ظاہر کرتا ہے کہ علم کی قیمت زر نہیں، بلکہ رضائے الٰہی اور غیرت علمی ہے۔ اسی طرح بدر ملت کا دیہاتوں میں بیل گاڑی کے ذریعے اور پیدل تبلیغ دین و خطابت کے لیے سفر کرنا اور ٹوٹی چٹائی پر بیٹھنے کو

محلاتی انتظامات پر ترجیح دینا، یہ درس دیتا ہے کہ تبلیغ اور مشقت لازم وملزوم ہیں، آسائش نہیں۔

آج جب خدمت دین کے نام پر مطالبہ، شرائط اور معاوضہ عام ہو چکا ہے، تو یہ اسلاف کا اسوہ ہمیں جھنجھوڑتا ہے کہ دین کا خادم وہ نہیں جو جیبوں پر نظر رکھے بلکہ وہ ہے جو کردار، زہد اور عمل سے سنت کی ترجمانی کرے۔

اخلاص و فقر کی یہی جھلکیاں اگر زندہ ہو جائیں، تو نہ صرف خانقاہی نظام کی روح بحال ہو گی بلکہ جلسہ جلوس بھی اثر، خیر اور نور کا ذریعہ بن جائیں گے، نہ کہ نام اور نفع کا میدان۔

آخری پیغام: آؤ! ہم سب اپنے حصے کی شمع جلائیں۔ زوال کا ماتم نہ کریں، بلکہ اصلاح کی بنیاد رکھیں۔ ورنہ تاریخ ہم سے یہ سوال ضرور کرے گی: تم نے زوال دیکھا مگر اسے روکنے کی کوشش کیوں نہ کی؟ خانقاہیں دوبارہ وہ نورانی مراکز بنیں جہاں دلوں کی صفائی، باطن کی اصلاح اور روحانی ترقی ممکن ہو۔

اک طرز تغافل ہے سو وہ ان کو مبارک — اک عرض تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے

عوام وسامعین کی ذمہ داریاں

عوام و سامعین کو چاہیے کہ وہ علم اور اخلاق کو معیار بنا کر مقررین اور نعت خوانوں کا انتخاب کریں۔

جھوٹی شہرت، بے جا القاب اور طوفانی خطابت سے متاثر ہونے کے بجائے حق اور سچ کی تلاش کریں۔

علمی مجالس میں شرکت کو ترجیح دیں اور مسائل شرعیہ سیکھنے پر توجہ دیں۔

اگر کوئی بے جا القاب استعمال کرے یا ایسی تقریریں کرے جو علمی اعتبار سے درست نہ ہوں تو اسے فورا منع کریں۔

جو مقرر یا شاعر پیسوں کا مطالبہ کرے کہ مجھے پانچ ہزار دیں تبھی آکر تقریر ر نعت پڑھوں گا، ورنہ نہیں، تو عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے جاہلوں کو اپنے جلسہ سے کوسوں دور رکھیں۔

کسی عالم کو بغیر تحفہ، ہدیہ کے واپس نہ کریں، ساتھ ہی ساتھ آنے جانے کا خرچہ بالضرور دیں۔

ہمہ تن گوش ہو کر خطیب و شاعر کو سماعت کریں، بیدار دل کے ساتھ ان کی باتیں سنیں۔ اور کوئی ایسا شغل نہ کریں جو سماع و توجہ میں خلل کا سبب بنے۔

سامعین دوران مجلس نیند و اونگھ کے شکار نہ ہوں۔

آج خطبا کی کثرت تو ہے لیکن علم کی کمی بھی ہے

وعظ و تقریر نہایت ہی اہم فریضہ اور اعلی درجہ کی ذمہ داری ہے جسے ہر کس و ناکس انجام دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس ذمہ داری کا مقصد امت مسلمہ کی صلاح و راستی ہے، اور جب یہ نااہلوں کے سپرد کر دی جائے تو فساد ہی فساد پیدا ہوتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ آج خطبا کی کثرت ہے مگر علم کی کمی ہے۔ ہمیں اس صورتحال پر غور کرنا ہوگا اور اپنے دینی اجتماعات کو دوبارہ ان کے اصل مقاصد کی جانب موڑنا ہوگا۔ یہ ایک اجتماعی کاوش کا متقاضی ہے جس میں علماء، منتظمین، نعت خواں، اہل خانقاہ اور عوام سب کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔

آخری بات

اس پُر مغز گفتگو اور عمیق تجزیے سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ دینِ اسلام میں وعظ و نصیحت اور اجتماعات کا مقام کس قدر بلند و ارفع ہے۔ یہ محض اطلاعات کی ترسیل کا وسیلہ نہیں بلکہ قلوب و اذہان کی آبیاری، ایمان کی تجدید اور عملی زندگی میں نکھار و ارتقا پیدا کرنے کا ایک طاقتور ذریعہ ہیں۔ ہمارے اسلاف کرام نے اس فریضے کو جس پختگی اور اخلاص کے ساتھ انجام دیا، وہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ تاہم، آج کے دور میں، جہاں جلسوں اور اجتماعات کی کثرت تو ہے مگر ان کے حقیقی اثرات و ثمرات کم نظر آتے ہیں، یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ ہم کس مقام پر کھڑے ہیں اور ہمیں کس سمت سفر کرنے کی ضرورت ہے۔

ہم نے دیکھا کہ کس طرح وعظ کے لیے صرف علم ہی نہیں بلکہ اخلاص، تقویٰ، نرم دلی، تواضع اور ہر قسم کے دنیاوی لالچ سے پاکیزگی لازم ہے۔ ایک حقیقی واعظ یا مقرر وہ ہے جو اپنی ذات پر بھی انہی اصولوں کو لاگو کرے جن کی وہ دوسروں کو ترغیب دیتا ہے۔ افسوس کہ آج بعض لوگوں نے اس مقدس پیشے کو حصولِ زر اور شہرت کے حصول کا وسیلہ بنالیا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام میں نہ صرف دینی رہنمائی کا فقدان ہے بلکہ اصلی علم اور باعمل علماء کے تئیں بے اعتمادی بھی بڑھ رہی ہے۔ منبر و محراب، جو کبھی ہدایت کا منبع تھے، آج بعض نادان اور دنیا پرست لوگوں کی وجہ سے اپنی وقار و عظمت کھو رہے ہیں۔

خاص طور پر، القاب کے بے جا اور بے دھڑک استعمال کا رجحان ایک خطرناک رجحان ہے۔ یہ نہ صرف سادگی اور اخلاص کی نفی ہے بلکہ علم و عمل کی بنیاد پر فضیلت کے بجائے محض لفاظی اور خوشامد کو فروغ دیتا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے اپنی تعریفوں سے گریز کیا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حقیقی عظمت کا تعلق اللہ کی رضا اور اس کے دین کی خدمت سے ہے، نہ کہ دنیاوی شہرت اور بے بنیاد القاب سے۔ ہمیں اسلاف کے اس طرزِ عمل سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور ایسے القاب کے استعمال سے احتراز کرنا چاہیے جو حقیقت سے دور ہوں یا ذاتی تعریف و تحسین پر مبنی ہوں۔ اس ضمن میں، حضرت امام نووی اور دیگر بزرگانِ دین کا اپنے لیے القاب کو ناپسند کرنا ہمارے لیے ایک واضح رہنما اصول ہے۔

اسی طرح، نعت خوانی اور نقابت کے میدان میں بھی اصلاحات کی سخت ضرورت ہے۔ نعت خوانی ایک عبادت ہے، اور عشقِ رسول ﷺ کے اظہار کا ایک والہانہ طریقہ ہے۔ اسے محض شور و غل، اسٹیج پر بے جا حرکتوں اور مالی فوائد کے حصول کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے۔ نعت خوانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی آواز اور کلام کو عشقِ رسول ﷺ کے لیے وقف کریں نہ کہ دنیاوی اغراض کے لیے۔

موجودہ صورتحال کے پیشِ نظر، یہ ہر مسلمان، بالخصوص علمائے دین، منتظمینِ مجالس، اور خانقاہوں سے وابستہ افراد کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس اخلاقی تنزلی کو روکنے اور دین کے حقیقی پیغام کو صحیح صورت میں عوام تک پہنچانے کے لیے عملی اقدامات کریں۔ ہمیں اپنی مجالس کو محض تفریح یا روایتی تقریب کے بجائے تعلیم و تربیت کا گہوارہ بنانا ہوگا۔ علماء کو چاہیے کہ وہ علم کے ساتھ ساتھ اپنے اخلاق و کردار کو بھی درست و مثالی بنائیں تاکہ ان کا کلام مؤثر و نتیجہ خیز ہو سکے۔ منتظمین کو چاہیے کہ وہ ایسے مقررین، نعت خوانوں اور نقباء کا انتخاب کریں جو حقیقی علم، گہرے اخلاص اور پرہیزگاری کے حامل ہوں۔ عوام کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ علم دوست بنیں، صادق علماء کی پہچان کریں اور لفاظی اور دنیاوی لالچ رکھنے والوں سے پرہیز کریں۔

یاد رکھیں، دین کے معاملے میں کسی بھی قسم کی کوتاہی یا غفلت کا حساب قیامت کے دن دینا ہوگا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے عمل اور نیتوں کو خالص اور درست کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے، دین کی صحیح خدمت کرنے اور حق بات کہنے اور سننے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔ ہماری کوشش یہی ہونی چاہیے کہ ہر اجلاس، ہر محفل اور ہر بیان امتِ مسلمہ کی حقیقی اصلاح، صحیح ہدایت اور دین سے مضبوط وابستگی کا ذریعہ بنے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ:

منبر و محراب کو علم و عمل سے آباد کرنا ہوگا، القاب کی بھرمار نہیں بلکہ کردار کی پاکیزگی ہی اصل عظمت ہے۔

اس پر غور و فکر کرنا اور اس کے مطابق عمل پیرا ہونا ہی وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔

اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه، وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه.و اجعل أعمالنا كلها صالحة، واجعلها لوجهك خالصا.و وفقنا لما تحب وترضى، واجعلنا من العلماء العاملين، والدعاة الصادقين، وأنفع بنا الإسلام والمسلمين. آمين يارب بجاه حبيبك ﷺ.

تمت بالخير و الحمد لله

عبده المذنب: محمد ضياء الدين خان الغوثي

رئيس: جامعة المصطفى مركز الأدب العربي

جامعة المصطفیٰ مرکز الادب العربی ایک نظر میں

زبان عربی، جو قرآن کریم کی زبان اور علوم دین کا سرچشمہ ہے، اس کی ترویج و اشاعت اور خدمت دین کے عظیم مقصد کے تحت جامعۃ المصطفیٰ کا قیام عمل میں آیا ہے۔

اس ادارے میں داخلہ صرف اُن افراد کے لیے ہے جو مسلک اہل سنت و جماعت سے وابستہ ہوں اور ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ میں سے کسی ایک کے مقلد ہوں۔

یہاں اس انداز سے پڑھایا جاتا ہے کہ طالب علم عربی پڑھنے، لکھنے، سمجھنے اور بیان کرنے میں مہارت حاصل کر لے۔

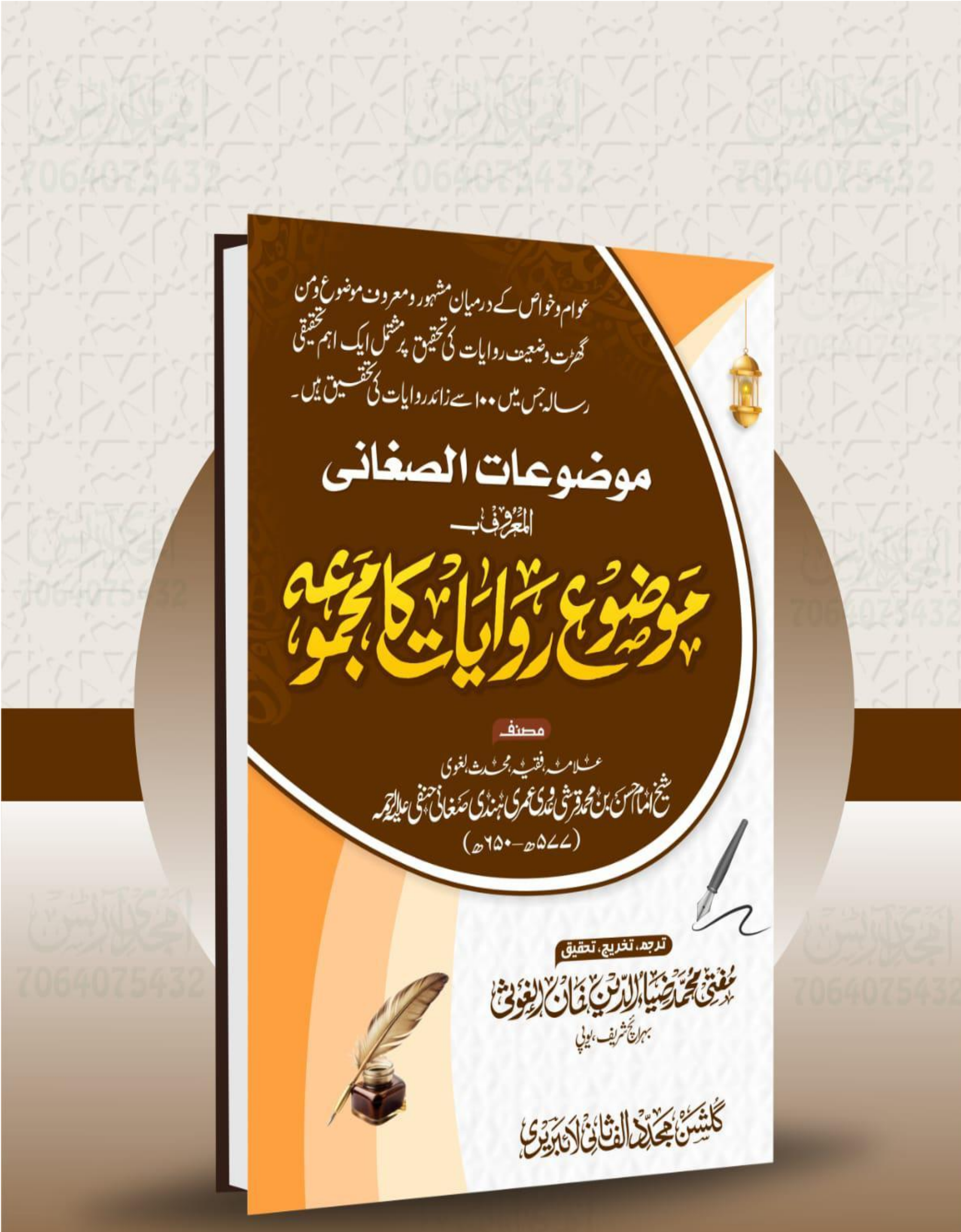
جو حضرات اپنی عربی کو سنوارنا اور زبان قرآن کے ذریعے دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں، اُن کے لیے یہ بہترین موقع ہے۔ مدت کورس ایک سال ہے۔

نصاب:

نحو، صرف، تاریخ ادب عربی، فقہ اللغہ، محادثہ، حفظِ مفردات و محاورات، کتابتِ مقالات، مطالعہ، ادب و انشاء، اردو سے عربی اور عربی سے اردو ترجمہ، رسائل عربیہ کا ترجمہ، عبارت خوانی و ترجمہ خوانی، استماع، فروق لغویہ۔

داخلہ و رجسٹریشن صرف ماہ مبارک رمضان میں ہوگا۔ داخلہ و دیگر معلومات کے لیے درج ذیل نمبروں پر اپنی درخواست ارسال فرمائیں:

7096952566
7043619117


عوام وخواص کے درمیان مشہور ومعروف موضوع ومن گھڑت وضعیف روایات کی تحقیق پر مشتمل ایک اہم تحقیقی رسالہ جس میں ۱۰۰ سے زائد روایات کی تحقیق ہیں۔
موضوعات الصغانی
المعروف بـ
موضوع روایات کا مجموعہ
مصنف
علامہ، فقیہ، محدث، لغوی
شیخ امام حسن بن محمد قرشی عدوی عمری ہندی صغانی حنفی علیہ الرحمہ
(۵۷۷ھ-۶۵۰ھ)
ترجمہ، تخریج، تحقیق
مفتی محمد ضیاء الدین خان الغوثی
بہرائچ شریف، یوپی
گلشن مجدد الف ثانی لائبریری